الحاد - کامیابی یا ناکامی کا اعلان؟

فاتن صبری
2021
www.fatensabri.com
faten@fatensabri.com
faten.sabri@yahoo.com

دل کی بات

نفس کی فریاد

ایک بات جو میں نے پڑھی اور مجھے بڑی اچھی لگی، (آپ بھی ملاحظہ فرمائیں) :

"ایک ایسے وقت میں جب ناپولی اداکار کارلینیجا کے پرفارمنس پر جھوم رہا تھا، ایک شخص اس شہر کے ایک مشہور ڈاکٹر کے پاس ضرورت سے زیادہ اداسی -ڈپریشن- کی دوا کے بارے میں پوچھنے آیا، تو ڈاکٹر نے اسے تفریح تلاش کرنے اور کارلینیجا کی نمائشوں میں شریک ہونے کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر کی بات سن کر مریض نے اسے جواب دیا : میں ہی کارلینیجا ہوں"[1]۔

مصنف نے آگے لکھا ہے :

"گہرا ایمان رکھنے والا مومن اور ملحد نفسیاتی کلینک کا دورہ نہیں کرتے۔ یہ تلاش و جستجو میں لگے ہوئے اور شکوک پیدا کرنے والے لوگ ہیں۔ ایمان والے لوگ بحث و تحقیق کرتے ہیں اور اپنی منزل سے ہم کنار ہو جاتے ہیں، جب کہ الحاد میں پڑے ہوئے لوگ نہ تو تلاش و جستجو سے کام لیتے ہیں اور نہ منزل سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ سچائی یہ ہے کہ اللہ (خالق) کے بغیر زندگی میکانکس کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور حیات سے خالی ہو جاتی ہے۔ اگر میں کہوں کہ میں صبح جلدی میٹرو اسٹیشن پہنچا، میٹرو پر سوار ہوا، یونیورسٹی پہنچا، اپنے لیکچرز میں شرکت کی اور گھر لوٹ آیا، تو یہ جملے ناول یا مختصر کہانی نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ یہ اچھائی اور برائی جیسے عناصر سے خالی ہیں اور پوری تاریخ میں کوئی ایسا ناول نہیں ہے، جو اچھائی اور برائی کے عناصر سے خالی ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں انسانی وجود کا راز ہیں۔"

مکلف ہونے کا یہ احساس جس کے بارے میں مصنف بات کر رہا ہے، اس کی نمائندگی انسانی نفسیات کے اندر دبے ہوئے شعور سے ہوتی ہے، جو اسے صحیح کام کرنے، غلط سے بچنے اور اس کے نتیجے میں جزا و سزا کی طرف لے جاتی ہے۔

تلاش کا سفر :

بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر چیز باطنی طور پر بے معنی ہے اور اس لیے ہم اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے لیے اپنے لیے معنی تلاش کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ بلاشبہ اپنے وجود کے مقصد سے انکار درحقیقت خود فریبی ہے۔ گویا ہم اپنے آپ سے کہتے ہیں: "آئیے فرض کریں یا دکھاوا کریں کہ ہماری اس زندگی کا کوئی مقصد ہے۔"

گویا ہمارا حال ان بچوں جیسا ہے جو کھیل کھیلتے وقت یہ دکھاتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر ہیں، نرسیں ہیں یا مائیں اور باپ ہیں۔ ہم اس وقت تک خوشی حاصل نہیں کر پائیں گے جب تک کہ ہم اپنی زندگی کا مقصد نہ جان لیں۔

اگر کسی شخص کو ایک پرتعیش ٹرین میں اس کی مرضی کے خلاف بٹھادیا جائے اور وہ اپنے آپ کو فرسٹ کلاس میں پائے، اسے ایک پرتعیش اور آرام دہ تجربہ ہو اور عیش و عشرت کی فراوانی ہو، تو کیا وہ اپنے ذہن و دماغ میں گردش کرنے والے اس طرح کے سوالوں کا جواب پائے بغیر اس میں خوش ہو گا کہ

میں ٹرین میں کیسے سوار ہوا، سفر کا مقصد کیا ہے اور ٹرین جا کہاں رہی ہے؟ ان سوالوں کا جواب پائے بغیر وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے؟ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے اختیار میں موجود تمام آسائشوں سے لطف اندوز ہونا شروع کردے، تب بھی حقیقی معنی خیز خوشی حاصل نہیں کر سکے گا۔ کیا اس سفر کا لذیذ کھانا اسے ان سوالات کو بھلانے کے لیے کافی ہوگا؟ اس قسم کی خوشی عارضی اور جعلی ہو گی، جو ان اہم سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیے جان بوجھ کر نظر انداز کر کے حاصل کی جاتی ہے۔ اس طرح ایک شخص کے لیے حقیقی خوشی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک کہ اسے ان وجودی سوالات کے جوابات نہ مل جائیں۔

انگریز مفکر جان لاک کہتا ہے:

''اگر انسان کی ساری امیدیں اس دنیا تک محدود ہو جائیں اور اگر ہم صرف اس دنیا میں زندگی سے لطف اندوز ہونے لگیں، تو والدین اور بچوں کی قیمت پر بھی خوشی تلاش کرنا کوئی عجیب یا مضحکہ خیز بات نہیں ہے۔''

وجود اور عدم کے درمیان :

ہمارے زمانے میں کائنات کے خالق کے وجود کا انکار کرنے والے بہت سے لوگ یہ مانتے ہیں کہ روشنی وقت سے باہر ہے، جب کہ انہوں نے اس بات کو نہیں مانا کہ خالق زمان و مکان کے قانون کے تابع نہیں ہے۔ اس معنی میں کہ خالق ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد ہے، وہ سب سے بلند ہے اور اس کی کوئی بھی مخلوق اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

ان میں سے بہت سے لوگ مانتے ہیں کہ مالیکیولز جب ایک دوسرے سے الگ ہوجاتے ہیں، تو اس وقت بھی ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے ہیں، لیکن وہ اس نظریے کو قبول نہیں کرتے کہ خالق، اپنے علم کے ذریعے اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، چاہے وہ جہاں بھی جائیں۔ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ان کے پاس عقل ہے، جسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، لیکن اپنے خالق کو دیکھے بغیر ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

ان میں سے بہت سے لوگوں نے جنت اور جہنم کو ماننے سے بھی انکار کر دیا، لیکن ایسی دوسری جہانوں کے وجود کو مان لیا، جن کو انہوں نے دیکھا نہیں ہے۔۔ مادی سائنس نے ان سے کہا کہ وہ ان چیزوں پر یقین کر لیں، جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہے، جیسے کہ سراب وغیرہ، چنانچہ وہ ان پر یقین رکھتا اور ان کو تسلیم کرتا ہے، جب کہ موت کے وقت نہ تو طبیعیات کچھ فائدہ پہنچا سکے گی اور نہ ہی کیمسٹری، کیوں کہ ان چیزوں نے ان سے کچھ نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے۔

یہی فرق ہے اللہ کے وجود کا انکار کرنے والے اور اللہ کو ماننے والے اور اللہ کی کتاب کو ماننے والے کے درمیان، ملحد خالق کائنات کے وجود پر ایمان رکھنے والے کو پسماندہ انسان سمجھتا ہے، کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو مانتا ہے جسے اس نے دیکھا نہیں ہے، حالانکہ مومن

---

[1] کتاب "هروبي إلى الحرية" مصنف علی عزت بیگووچ، بوسنیا و ہرزیگووینا کے پہلے صدر اور اسلامی فلسفی۔

اس چیز پر یقین رکھتا ہے جو اس کے مرتبے کو بلند اور اس کے مقام کو اونچا کرتی ہے، جب کہ فزکس اور کیمسٹری کی کتابوں کی تقدیس کرنے والا ملحد اس چیز پر یقین رکھتا ہے جو اس کے مقام و مرتبے کو گرانے کا کام کرتی ہے۔

خالق کا وجود :

کائنات کے خالق کے وجود پر یقین اس حقیقت پر مبنی ہے کہ چیزیں نہ تو بغیر کسی سبب کے ظاہر ہوتی ہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ "اتفاق" کائنات کا موجد ہو، کیونکہ "اتفاق" ایک بنیادی نہیں، بلکہ ایک ثانوی سبب ہے، جو دوسرے عوامل (وقت، جگہ، مادے اور توانائی کی موجودگی) کی دستیابی پر منحصر ہے، تاکہ ان عوامل کے ذریعے "اتفاق" سے کسی چیز کا وجود عمل میں آ سکے۔ لہٰذا "اتفاق" لفظ کا استعمال کسی چیز کی وضاحت کے لیے نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ کچھ ہے ہی نہیں۔

حقیفت کا ادراک :

تجرباتی مادی سائنس پر مکمل اعتماد رکھنے میں الجھن یہ ہے کہ یہ سائنس ایک تغیر پذیر بنیاد ہے۔ ہر روز نئی دریافتیں ہو رہی ہیں جو پچھلے نظریات کی تردید کرتی ہیں۔ جس کو ہم سائنس سمجھتے ہیں، اس کا کچھ حصہ اب بھی نظریاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ پورا کا پورا سائنس ثابت اور درست ہے، تب بھی ہمارے پاس ایک الجھن ہے۔

تجرباتی سائنس آج ساری اہمیت دریافت کرنے والے کو دیتی ہے اور موجد کو نظر انداز کرتی ہے۔ مثال کے طور پر فرض کریں کہ کوئی ایک کمرے میں جاتا ہے اور اسے کمرے کے اندر ایک خوب صورت پینٹنگ کا پتہ چلتا ہے، جو بہت ہی باریکی سے بنائی گئی ہے اور جس میں رنگوں کی ناقابل یقین ترتیب اور ہم آہنگی ہے۔ جب وہ شخص لوگوں کو اس کے بارے میں بتانے کے لیے باہر نکلتا ہے، تو ہر کوئی پینٹنگ دریافت کرنے والے اس شخص سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اہم سوال یعنی یہ پوچھنا بھول جاتا ہے کہ "اسے پینٹ کیا کس نے ہے؟"

انسان یہی کرتا ہے، وہ فطرت اور خلا کے قوانین کی سائنسی دریافتوں سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ کائنات کے قوانین، توانائی، مادے وغیرہ کو پیدا کرنے والے کی تخلیقی صلاحیتوں کو بھول جاتا ہے، جب کہ سائنس دانوں نے قوانین کو دریافت کیا ہے۔ انہوں نے یہ قوانین ایجاد نہیں کیے تھے۔ ان کا موجد اللہ عزوجل ہے۔

کوئی بھی شخص مصنف کے وجود کو محض اس کی کتاب کے علم کی وجہ سے رد نہیں کر سکتا، وہ متبادل نہیں ہیں۔ سائنس نے کائنات کے قوانین کو دریافت کیا، لیکن انہیں وضع نہیں کیا، خالق وہی ہے جس نے ان کو وضع کیا ہے۔

ایمان والوں کے اندر بھی کچھ لوگ موجود ہیں، جو فزکس اور کیمسٹری میں اعلیٰ ڈگریاں رکھتے ہیں، لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ ان کائناتی قوانین کے پیچھے ایک عظیم تخلیق کار موجود ہے۔ مادیت پسند سائنس، جس پر مادہ پرست لوگ یقین رکھتے ہیں، اس نے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین دریافت کر لیے، لیکن سائنس نے یہ قوانین وضع نہیں کیے ہیں۔ سائنس دانوں کو اللہ کے بنائے ہوئے ان قوانین کے بغیر مطالعہ کرنے کے لیے کچھ نہیں ملے گا۔ جب کہ ایمان مومن کو دنیا اور آخرت میں فائدہ دیتا ہے۔

جب کوئی شخص شدید انفلوئنزا یا شدید بخار میں مبتلا ہوتو پینے کے لیے ایک پیالہ پانی تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا، ایسے میں وہ اپنے خالق کے ساتھ اپنے تعلق کو کیسے ختم کر سکتا ہے؟

ولیم جیمز کہتا ہے: "سمندر کی ہنگامہ خیز موجیں نہ تو کبھی گہرائی کی تہہ کے سکون کو متاثر کرتی ہیں اور نہ اس کے امن میں خلل ڈالتی ہیں،اسی طرح ایک شخص جس نے اللہ پر اپنا ایمان گہرا کر لیا ہے، اسے وقتی سطحی اتار چڑھاؤ سے اپنے اطمینان کو ڈگنے نہیں دینا چاہیے۔ مذہبی آدمی صحیح معنوں میں اضطراب کے خلاف برسرپیکار ہے، ہمیشہ اپنا توازن برقرار رکھتا ہے اور آنے والے حالات کا سامنا کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔"

مذہب کی ضرورت کیا ہے؟

الہیات کا پروفیسر ہنس شوارٹز کہتا ہے:

"سائنس کی اہمیت کے ساتھ، اسے تخریبی کاموں کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، جس طرح اسے تعمیری کاموں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ایمان کا سب سے اہم کردار آتا ہے۔ عملی تجربہ تمام جوابات نہیں دے سکتا۔"

مزید کہا:

"ایمان اور علم کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، سائنس دانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ جن مظاہر فطرت کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں ان کے مابین عمیق رابطوں کو سمجھنے کے لیے کبھی کبھی وہ ایمان کا استعمال کرتے ہیں۔"

شوارز کا خیال ہے کہ سائنس دانوں کے پاس ان کے دعوے کے بر عکس حقائق اور جوابات نہیں ہوتے، سائنس دانوں کو آئے دن درپیش سوالات کے اندر اس بات کا سب سے بڑا ثبوت موجود ہے، خاص طور پر ان سائنس دانوں کوجو زندگی کی ابتدا پر تحقیق کرتے ہیں، جب بھی وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں تو اگلے ہی دن اس سے متصادم ایک نئی دریافت اس کے سامنے آ جاتی ہے۔

ہماری زندگی کے ماخذ اور اس کے مقصد کے بارے میں سوال، جس کا جواب مادی سائنس نہیں دے سکتا، اس کا جواب دینے کا کام علم ما بعد الطبیعیات کا ہے، ہیروشیما کے واقعے اور سائنسی ایجادات کی وجہ سے رونما ہونے والی دیگر آفات نے سائنس کو اپنی معصومیت سے محروم کردیا ہے، فلسفی کارل جاسپرس وغیرہ نے مادی سائنس کو خرافات کہا ہے۔

اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اگر ہم بفرض محال مان لیں کہ سائنس نے اس سوال کا جواب دے دیا ہے کہ کائنات کی ابتدا کیسے ہوئی، تو یہ ناممکن ہے کہ سائنس اپنی ساری ترقیوں کے باوجود مذہب کے ساتھ مفاہمت اور انضمام کے بغیر زندگی کی ابتدا، مقصد اور اخلاقیات سے متعلق سوالات کا جواب دے دے۔

سائنس سے انسان میزائل تو بنا سکتا ہے، لیکن اس سائنس سے وہ مثال کے طور پر نہ تو کسی فنی مصوری کی خوب صورتی کا اندازہ لگا سکتا ہے، نہ چیزوں کی قدر و قیمت متعین کر سکتا ہے اور نہ ہمیں اچھے برے کی تمیز دے سکتا ہے، سائنس کے ذریعے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ گولی جان لے سکتی ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ اس سے کسی دوسرے کی جان لینا غلط ہے۔

مشہور طبیعیات دان البرٹ آئن سٹائن کہتا ہے:

"سائنس اخلاقیات کا ماخذ نہیں بن سکتا، اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنس کی اخلاقی بنیادیں ہیں، لیکن ہم اخلاقیات کی سائنسی بنیادوں کے بارے میں بات نہیں کر سکتے، اخلاقیات کو سائنسی قوانین کے ماتحت کرنے کی تمام کوششیں اب تک ناکام رہی ہیں اور آگے بھی ناکام رہیں گی۔"

مشہور جرمن فلسفی ایمانوئل کانٹ کہتا ہے :

"اللہ کے وجود کا اخلاقی ثبوت انصاف کے تقاضوں کے مطابق قائم کیا گیا ہے، کیونکہ ایک اچھے آدمی کو جزا ملنی ہی چاہیے اور ایک برے آدمی کو سزا ملنی ہی چاہیے، جب کہ اس کے لیے ایک عظیم مصدر کا موجود ہونا ضروری ہے جو ہر انسان کو اس کے کیے کا جواب ده

ٹھہرائے، اسی طرح اللہ کے وجود کا اخلاقی ثبوت فضیلت اور سعادت کو ایک ساتھ جمع کرنے کے امکان کے تقاضوں پر مبنی ہے، کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنا ایک ایسی ما فوق الفطرت ہستی کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں ہے، جو ہر چیز کو جاننے والی اور ہر چیز کی طاقت رکھنے والی ہو، دراصل یہی عظیم ترین مصدر اور مافوق الفطرت ہستی الہ ہے۔"

غلامی سے آزادی :

اگر ہم خالق کی عبادت نہیں کرتے ہیں، تو لا محالہ بالآخر دوسرے "معبودوں" کی عبادت کریں گے، کیوں کہ دل کا تعلق یا تو کسی دنیوی چیز سے ہوتا ہے، جسے حاصل کرنے کی وہ کوشش کرتا اور جس کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے یا پھر اس کا تعلق اس کے خالق اور اس کو وجود بخشنے والے سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری خواہشات اور چاہتیں غیر شعوری طور پر کبھی کبھی ہمیں اپنا غلام بنا لیتی ہیں۔ جب کہ اس کے برخلاف اللہ عز و جل اور آخرت سے ہمارے دلوں کا تعلق ہمیں غیراللہ کی عبادت کے دائرے سے باہر نکال دیتا ہے، سارے جہان کا رب ہمارا خالق ہے اور وہ اس بات کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کی پناہ میں جائیں اور اس سے مدد مانگیں۔

بہت سے لوگ شہرت اور فیشن کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اشتہارات اور سوشل میڈیا ضرورت سے زیادہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہیں۔ جب کہ ان چیزوں کا ایسے ناقص تصورات کو پھیلانے میں بنیادی کردار ہوتا ہے جو جزئیات پر توجہ دینے اور اولویات کو پارہ پارہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اور یہ طرز ہمارے دکھوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور ہمیں ایک ہنگامہ خیز اور ناخوش گوار زندگی گزارنے پر مجبور کرتا ہے۔

اسی طرح کچھ سماجی اصول اور کچھ خاندانی دباؤ، جو ہمیں وراثت میں ملی روایات اور تصورات کو ماننے پر مجبور کر تے ہیں، ہمیں اپنی اس زندگی کے تقاضوں اور اپنے خالق کے تئیں اپنے فرض سے دور رکھتے ہیں۔

پابندی اور ذمے داری :

خالق کائنات کے وجود پر یقین ایک پابندی اور ایک ذمے داری ہے، ایمان ضمیر کو ہوشیار کرتا ہے اور مومن کو ہر چھوٹے بڑے معاملے میں خود کو جواب دہ بنانے کی تلقین کرتا ہے، مومن اپنے، اپنے اہل و عیال، اپنے پڑوسی اور یہاں تک کہ مسافر تک کا ذمے دار ہوتا ہے، وہ اسباب اختیار کرتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ یہ افیون کے عادی افراد کی خصوصیات ہیں، جیسا کہ ان کو بدنام کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔

عوام کے لیے اصل افیون الحاد ہے، ایمان نہیں۔ کیونکہ الحاد اپنے پیروکاروں کو مادیت کے راستے پر چلنے اور مذہب کو مسترد کر کے اور ذمہ داریوں اور فرائض کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے خالق کے ساتھ اپنے تعلق کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے اور نتائج سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس لمحے سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دیتا ہے جس میں وہ جی رہے ہیں۔ لہٰذا اگر دنیوی سزا کا خوف نہ ہو تو جو من چاہے کریں۔ نہ اعمال کے لکھے جانے کا ڈر، نہ دوبارہ زندہ ہوکر اٹھائے جانے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر حساب و کتاب کے مرحلے سے گزرنے کا خوف۔ کیا یہ نشہ کے عادی لوگوں کی صفت نہیں ہے؟

نفس کا اعلی مرتبہ :

ایک بات جو میں نے پڑھی اور مجھے بڑی اچھی لگی، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

."جب کوئی شخص جرم کرتا ہے، تو مدعا علیہ کا وکیل یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا جرم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا،حالاں کہ مادی نقطۂ نظر سے جرم ہوا ہے اور مجرم کو اس کا اعتراف بھی ہے، لیکن قانون اس کے ارادے و نیت اور جرم کے ارتکاب کے وقت نفس کی حالت کو جاننے کے لیے دخل اندازی کرتا ہے۔

یہاں ہم نفس کو تجریدی مادی حقیقت سے کہیں بلند مقام پر رکھتے ہیں۔

چنانچہ ہم اس کا فیصلہ نہیں کرتے کہ دنیا میں کیا ہوا، بلکہ اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ روح کے اندر کیا ہوا۔

یہ انسان اور دنیا کے درمیان اصولی تضاد کی عکاسی کرتا ہے،اخلاقیات کی ایسی قیمت ہونی چاہیے جسے تجریدی مادی معیاروں سے ناپا نہ جا سکے اور وہ قدرتی قوانین کے تابع بھی نہ ہو۔

اخلاقی برتاؤ، قربانی، اعلیٰ اقدار، زہد، دنیا سے کنارہ کشی اور ایثار، یہ بنیادی اخلاق یا تو بے معنی ہیں یا پھر اللہ کے وجود میں معنی رکھتے ہیں۔"[2]

جس دن نہ مال کچھ کام آ سکے گا اور نہ اولاد :

ہم نے کورونا بحران کے دوران ایسی بہت سی لاشیں دیکھیں جن کو کوئی نہیں پہچانتا تھا، بہت سے ایسے مرے ہوئے لوگوں سے بھرے ہوئے اولڈ ایج ہوم دیکھے جن سے آس پاس کے لوگوں نے خود کو الگ کر لیا، راستے میں پڑے ہوئے جان دینے والے لوگ دیکھے جن کے بارے میں کوئی کچھ نہ جانتا تھا، ایسے لوگ دیکھے جن کے پاس مال رہتے ہوئے ان کا علاج نہ ہو سکا، جوانوں کی خاطر بوڑھوں کی قربانی دیتے ہوئے اور مریضوں کو اسپتالوں کے بستر حاصل کرنے کے لیے مارا ماری کرتے ہوئے دیکھا گیا، گویا یہ صورت حال قیامت کے مناظر جیسا منظر پیش کر رہی تھی۔

درحقیقت کورونا بحران نے لوگوں کے دلوں سے وہم و گمان کے بہت سے بادل صاف کر دیے اور لوگوں نے اپنے کھوٹے معبودوں کو، جن کو وہ مقدس سمجھتے آئے تھے، ایک کے ایک گرتے ہوئے دیکھ لیا،جو مال کی عبادت کرتا تھا، اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آیا، جو یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے مادی سائنس کے سہارے بچ جائے گا، اس کا سائنس دھرا کا دھرا رہ گیا، جو پتھر اور صنم کا وسیلہ پکڑا کرتا تھا، وہ بیماری کی چپیٹ میں آ جانے کے ڈر سے ان کے قریب نہ جا سکا،ہم نے سنا کہ بہت سے پادریوں نے اپنے متبعین کو بلا واسطہ اللہ سے لو لگانے اور ان کے پاس جانے سے بچنے کو کہا، اس طرح لا الہ الا اللہ کا سورج دنیا میں چمکنے لگا۔

یہ صورت حال انسان کو سارے جہان کے رب کی جانب لوٹنے، اس سے لو لگانے اور اسی سے مدد مانگنے پر مجبور کرنے لگی، جس کے نتیجے میں ہمیں اس حدیث شریف کی جیتی جاگتی تصویریں دیکھنے کو ملنے لگیں :

’’جب مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔‘‘ (سنن ترمذی)

میں ہمیشہ اپنی تحریروں میں ایک ہسپانوی بوڑھے کے کہے ہوئے الفاظ کا ذکر کر دیا کرتا ہوں، اس نے مجھ سے کہا تھا کہ مغرب میں ہم لوگ نہ تو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور نہ مسیح کی، ہم دراصل عورت اور مال کی عبادت کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بات اس نے مذاق مذاق میں کہی تھی، لیکن اس کے اس فقرے میں بہت زیادہ سچائی ہے اور اس کا یہ جملہ مجھے اب بار بار یاد آتا ہے، جب مغرب کے سارے لوگ "اے اللہ! مجھے بچا" کہہ کر چلا رہے ہیں۔

---

[2] كتاب "شفاء لما في الصدور". مصنف دكتور هيثم طلعت.

اس زندگی میں ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم خالق کی پکار کو مان کر اس پر ایمان لے آئیں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں، ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، یا تو رہیں یا پھر نہ رہیں، یا تو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹیں یا پھر دنیا میں مست و مگن ہوکر ہلاک و برباد ہو جائیں اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ لیں۔
اس مختصر سی کتاب میں، میں خالق کے کلام سے، خالق کے قائم کردہ قوانین کائنات سے اور خالق کی پیدا کی ہوئی ساری مخلوقات سے ایک خالق کے وجود کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں، میں نے خالق پر ایمان رکھنے والے بعض علما کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کا انکار کرنے والے کچھ سائنس دانوں کے ایسے اقوال بھی پیش کیے ہیں، جو درحقیقت اللہ تعالی کے وجود کی تائید کرتے ہیں۔
یہ کتاب اس بات کو بھی ثابت کرے گی کہ خالق کے انکار کا نظریہ ہی دراصل عقل، فطرت اور جدید سائنس سے متصادم نظریہ ہے، کچھ لوگوں کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ ایمان ان چیزوں سے متصادم ہے۔
میں سب سے اعلی وبرتر اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کتاب کو قبول فرمائے اور اسے ہدایت اور اس حل تک رسائی کا ذریعہ بنائے جس کی تلاش میں خالق کے وجود کے منکرین سرگرداں ہیں، کیونکہ وہ اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ اپنے الحاد کے ذریعے اس کا حل نکالنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔

کائنات کو کس نے پیدا کیا؟

اگر سائنسداں مومن ہے تو بلاشبہ وہ کہے گا کہ دنیا کو اللہ نے پیدا کیا ہے، لیکن ایک ملحد سائنسداں کہے گا کہ کسی سپر انجینئر، یا ذہین بیکٹیریا، یا بگ بینگ، یا سائنس دانوں کی ایک ٹیم یا کسی دوسرے سیارے کی فضائی مخلوقات نے کوئی تجربہ کیا اور اس کے نتیجے میں اس کائنات کی تخلیق عمل میں آئی۔
اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالی نے کہا ہے :
"اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے"۔
[سورہ الزمر: 62]
"وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے؟ حالاں کہ اس کی کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے"۔
"یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے"۔
[سورہ الانعام : 101-102]
"یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کو (صرف) چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تکان نے چھوا تک نہیں۔"
[سورہ ق : 38]

خالق کون ہے؟

’’اللہ تعالیٰ ہی ہے، کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے،جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے، مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔‘‘
[سورہ بقرہ : 255]

خالق کو کس نے پیدا کیا؟

’’وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے، اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔‘‘
[سورہ الحدید : 3]
” اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سب کچھ سننے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“
[شوریٰ : 11]

اس کے وجود کی حقیقت کیا ہے؟

"آسمان وزمین کے رب کی قسم کہ یہ بالکل برحق ہے،ایسا ہی جیسے کہ تم باتیں کرتے ہو۔"
[سورہ ذاریات : 23]
"ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا اللہ کے بارے میں تمہیں شک ہےجو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے؟ ---"
[سورہ ابراہیم : 10]

اس کے اسما و صفات کیا ہیں؟

"وہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ چھپے کھلے کا جاننے والا، مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔
وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زور آور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے، جنھیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا، وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا۔ اسی کے لیے (نہایت) اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو، خواہ زمین میں ہو، اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"
[سورہ حشر : 22 - 24]

اللہ کے کاموں کا بیان

"وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔"
[سورہ یسن: 82]

"اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے، برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے، اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کرلیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔"
[سورہ انعام : 61]
’’اور تم بغیر تمام کائنات کے رب کے چاہے، کچھ نہیں چاہ سکتے۔‘‘
[سورہ تکویر : 29]

وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے

"وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے، جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔"
[سورہ سجدہ : 5]

سارے معاملے اسی کے ہاتھ میں ہیں

"زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،تمام معاملات کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے۔ پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور تم جو کچھ کرتے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔"
[سورہ ہود : 123]
"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔"
(سورہ آل عمران: 109)

وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے

"اور جتنی بھی چیزیں ہیں، ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔"
[سورہ حجر : 21]
"... اور آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔"
[سورہ منافقون : 7]
"اور آپ کا رب بالکل غنی ہے، رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھا لے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کردے جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔"
[سورہ انعام : 133]
"اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بےنیاز خوبیوں والا ہے".
[فاطر : 15]
"... اور جو کوئی کفر کرے، تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔"
[سورہ آل عمران : 97]

غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں

"اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے، اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہےاور جو سمندروں میں ہے۔ اور کوئی پتا بھی گرتا ہے تو وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ اور کوئی دانہ بھی زمین کے تاریک حصوں میں پڑتا ہے اور کوئی تر اور کوئی خشک چیز بھی گرتی ہے تو یہ سب کتاب مبین میں درج ہیں۔"
[سورہ انعام : 59]

وہ ہر کام کی قدرت رکھتا ہے

"آپ کہہ دیجیے : اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے، بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے، اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔
تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے، تو ہی بے جان سے جان دار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جان دار سے بے جان پیدا کرتا ہے، تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے، بے شمار روزی دیتا ہے۔"
[سورہ آل عمران 26-27]

کائنات کی ابتدا کیسے ہوئی؟

"وہ زمین اور آسمانوں کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ وہیں ہوجاتا ہے۔"
[سورہ البقرہ: 117]

جدا کرنے کا مرحلہ

"کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین باہم ملے جلے تھے، پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا، کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"
[سورہ انبیاء : 30]
"اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں، جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے، مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔"
[سورہ فاطر: 1]
مذکورہ آیتیں درج ذیل باتوں کی تصدیق کرتی ہیں :
ساتوں آسمان اور زمین "کائنات" ایک ٹکڑے کی شکل میں تھے، جسے قرآن میں "رتقا" کہا گیا ہے۔ "رتقا" لفظ کے معنی ہیں ایک چیز جو مضبوطی کے ساتھ آپس میں جڑی ہوئی ہو۔

کائنات کی توسیع "آسمان" ہے۔

"آسمان کو ہم نے بڑی قوت اور طاقت کے ساتھ بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں۔"

[ذاریات : 47]

زمین کا جائے وقوع اور آسمان کی دخانی اصلیت

"آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کردی؟ سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔
اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیے اوراس میں برکت رکھ دی اوراس میں (رہنے والوں کی) غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی (صرف) چار دن میں، ضرورت مندوں کے لیے یکساں طور پر۔
پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (سا) تھا، پس اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔
پس دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب احکام کی وحی بھیج دی اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی، یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے۔"
[سورہ فصّلت : 9-11]
مذکورہ آیتیں درج ذیل باتوں کو واضح کرتی ہیں: پہلے اور دوسرے دن زمین بنائی گئی۔
تیسرے اور چوتھے دن اونچے اور بلند پہاڑ وجود میں آئے، اور زمین میں بود و باش اختیار کرنے والوں کے لیے روزی بھی متعین کی گئی، (نباتات اور حیوانات کی تخلیق عمل میں آئی۔)
آج سے 1400 سال سے بھی پہلے قرآن نے آسمان کی دخانی اصلیت کے بارے میں بتا دیا تھا، جب کہ ستاروں کے بیچ پائے جانے والے غبار کا انکشاف جدید دور میں جرمن سائنس دانوں کے ذریعے اس کے لیے آلہ ایجاد کیے جانے کے بعد ہی ہو سکا، ستاروں کے بیچ پائے جانے والے اس غبار کے بارے میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے کہ ہماری دنیا ایک گرد آلود دنیا ہے، اور موجودہ کائناتی غبار آسمان کے دھوئیں کا ہی ایک بچا ہوا حصہ ہے۔
تجرباتی سائنس نے ہمیں بتایا ہے کہ ہماری کہکشاں کائنات کے اوپری نصف حصے میں واقع ہے اور جکھاؤ کے ساتھ اوپر کی طرف بڑھ رہی ہے اور ہم کائنات کے پھیلاؤ کی طرف گامزن ہیں۔

زمان و مکان کی تخلیق

"وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں بنایا ہے مگر حکمت ومصلحت کے ساتھ، وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔"
[سورہ یونس : 5]
ایک اور جگہ پر اللہ تعالی کا فرمان ہے:
"آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو زندہ کردینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقل مندوں کے لیے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔"
[سورہ بقرہ : 164]

تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

"اور میں نے جن و انس کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"
(سورہ الذاریات : 56)
اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے :
’’جو چیز زمین پر ہے، ہم نے اس کو زمین کے لیے باعثِ آرائش بنایا ہے، تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے؟‘‘
[سورہ کہف : 7]

کیا خالق کو انسان کی ضرورت ہے؟

"... بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔"
[سورہ عنکبوت : 6]

ارتقا کے تصور کی تصحیح

انسان کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا

"یقیناً انسان پر زمانے میں سے ایک ایسا وقت گزرا ہے، جب کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔"
[سورہ انسان : 1]

آدم کی تخلیق کا آغاز مٹی سے ہوا تھا

"یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔"
[سورہ مؤمنون : 12]
جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کو بنانے کا کام مٹی سے شروع کیا۔"
[سورہ سجدہ : 7]

ابوالبشر آدم کی تکریم

"(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا؟ کیا تو کچھ گھمنڈ میں آگیا ہے یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے؟"

[سورہ ص : 75]
’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا،اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا۔‘‘
[سورہ بقرہ : 34]

اولاد آدم کی تخلیق

"پھر ہم نے اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔"
[سورہ سجدہ : 8]
"پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔
پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کردیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کردیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔"
[سورہ مؤمنون: 14-13]
"وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا، بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔"
[فرقان : 54]

اولاد آدم کی تکریم

"یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انھیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انھیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی۔"
[سورہ اسراء : 70]
"وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کے جوڑے بنادیے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں، تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"
[شوریٰ : 11]

آدم کو اختیار کا ارادہ دیا جانا

"اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔"
[سورہ بقرہ : 35]
"اور اعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔۔۔"
[سورہ کہف : 29]

علم کے ذریعے آدم کی امتیازی شناخت قائم کرنا

"اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔"
[سورہ بقرہ : 31]

غلطی کرنا اختیار کا ایک نتیجہ ہے

"آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بےشک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"
[سورہ بقرہ : 37]

زمین میں خلیفہ بنانے کا تمہیدی قصہ

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انھوں نے کہا : ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"
[سورہ بقرہ : 30]

خالق کا وجود اور اس کا سائنسی قوانین و نظریات سے تعلق

خالق کا ذکر کرنے سے بچنے کے لیے باہم مربوط نظاموں کو بے ہنگم فطرت سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔

اگرچہ وہ اسے کبھی تسلیم نہیں کرتے، لیکن ملحد سائنس دان خالق کی جانب اشارہ دوسرے ناموں (مدر نیچر، کائنات کے قوانین، نیچرل سلیکشن "ڈارونز تھیوری" وغیرہ) سے کرتے ہیں، یہ دراصل ان کی جانب سے مذہب اور خالق کے وجود کے نظریے سے بھاگنے کے لیے کی جانے والی ایک ناکام کوشش ہے۔
"دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری، یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔"
[سورہ نجم : 23]
ایک بات جو میں نے پڑھی اور مجھے پسند آئی، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :
نیو ڈارونزم کا انحصار میوٹیشنز کے ذریعے جانداروں کی خصوصیات میں تبدیلیوں کے وقوع پذیر ہونے پر ہے، جب کہ میوٹیشنز جینیاتی مواد میں (تخریب) کے سوا کچھ نہیں ہیں! لہٰذا اس نظریے کی رو سے ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ دراصل پے در پے غلطیوں نے انوکھاپن پیدا کیا ہے، جو ہم جانداروں میں دیکھتے ہیں! یہ بات ایسی ہوئی جیسے کوئی کہتا ہو کہ ایک بچہ برسوں تک کمپیوٹر سسٹم پر کھیلتا رہا اور کی بورڈ پر اس کے ذریعے کیے گئے بے ہنگم کلکس نے اتفاق سے ایک بہتر سسٹم تیار کر دیا۔

ارتقائے کبیر کے نظریے کے بارے میں بے ترتیبی اور بے ہنگمی کی جو بات کہی جاتی ہے، اس کا مطلب ہے :
ہم نہیں جانتے کہ ارتقا کے پیچھے کیا ہے؟
ہم ارتقا کے مظاہر کے وسائل کو بھی نہیں جانتے۔
ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کس طریقے سے کام کرتی ہے۔
ہم اس کے ظواہر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔
ان تمام لاعلمیوں کے باوجود کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ ارتقائے کبیر ایک درست سائنسی نظریہ ہے، جب کہ مسلمانوں کی نظر میں ارتقائے کبیر ایک "بلیک باکس" نظام ہے۔
اس طرح ارتقا ایک معلوم نظریہ ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس نظریہ کے ماننے والوں پر اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کےبارے میں پوچھنا بالاتفاق ایک سائنسی بدعت ہے۔
قوانین کائنات کے مصدر کے ادراک سے دل چسپی نہ لینے کو مصدر کے وجود کی نفی کے ایک ذریعہ کے طور پر لیا جاتا ہے۔
"بلکہ یہ لوگ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں، اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا، سو دیکھ لیجیے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟"
[سورہ یونس : 39]
وہ کہتے ہیں کہ تم مومن لوگ "گاڈ آف گیپس" کی تھیوری کو مانتے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی تمھیں سائنس میں کوئی گیپ یعنی خلا نظر آتا ہے، تو اسے اللہ کے وجود کی دلیل مان لیتے ہو۔
ایسے لوگوں سے ہم کہیں گے کہ قوانین کائنات کے مصدر کے ادراک سے دل چسپی نہ لینے کو مصدر کے وجود کی نفی کے ایک ذریعہ کے طور پر لینا ہی درحقیقت ادراک و منطق میں سب سے بڑا خلا ہے۔

خالق پر ایمان وجوب کی دلیل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے

خالق ہونے کا دعوی اس ذات کے سوا کسی نے نہیں کیا ہے جس کا حکم سارے سنسار پر چلتا ہے اور جس نے درحقیقت ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، اس نے بنی نوع انساں کی جانب اپنے رسولوں کو بھیج کر اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔ ایک مثال کے ذریعے اس مسئلے کو سمجھتے ہیں۔ جب کسی عوامی مقام پر کوئی تھیلا پایا جائے اور ایک شخص کے سوا کوئی یہ دعوىٰ کرنے نہ آئے کہ تھیلا اسی کا ہے، پھر وہ شخص تھیلے کے اوصاف اور اس کے اندر موجود چیزوں کی صحیح جانکاری بھی دے دے،ایسی حالت میں تھیلا اسی کا مانا جائے گا، جب تک اس کے مد مقابل کوئی دوسرا دعویدار سامنے نہ آئے، انسانی قوانین بھی یہی کہتے ہیں۔
’’آپ فرما دیجیے کہ انھیں پکار کر دیکھو تو سہی، جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے،وہ تو آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے،نہ ان میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔"
[سورہ سبا : 22]
"اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے، تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے، جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں"۔
سورہ انبیاء : 22]

خالق کے وجود پر ایمان ارادے اور مقصد کی دلیل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے

’’اور میں نے جن و انس کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔
’’نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔
اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا اور زور آور ہے۔‘‘ (الذاریات: 56: 58)

ایک حکمت والے خالق پر ایمان دلیل تناسق و نظام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے

"جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ (تو اے دیکھنے والے) اللہ رحمٰن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا؟ دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے، کیا کوئی شگاف بھی نظر آرہا ہے؟
[سورہ ملک : 3]
"بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔" [سورہ القمر : 49]
کائنات میں آفات اور بیماریوں کا وجود اتقان کے وجود کی نفی نہیں کرتا،کیوں کہ اگر ہمیں کائنات میں بالکل بھی اتقان نہ ملتا، تو ہمیں غیر متقن چیزوں کے وجود کا احساس نہ ہوتا، یہ دعوىٰ کہ ڈیزائن میں خرابی موجود ہے، چیزوں کی حکمت کو محسوس کرنے میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہے، ایک خالق کائنات کے وجود پر یقین رکھنے والا یہ مانتا ہے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز بغیر مقصد کے نہیں ہوتی، اس لیے اس کی دنیا کی زندگی ایک ابدی سفر کا آغاز ہے، جسے انسان موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے، حساب اور پھر جزا کے ساتھ دوبارہ شروع کرے گا، اس دنیا میں ہمارا وجود ایک عظیم مقصد کے لیے ہے۔ وہ مقصد ہے اللہ تعالیٰ کو جاننا، اس کی عبادت کرنا، دعا و طلب کے ذریعے براہ راست اس کی جانب متوجہ ہونا، آفتوں کے وقت صبر کرنا اور خوش حالی میں شکر کرنا۔

انسان کے لیے کائنات کو مسخر کرنا اللہ کی قدرت و حکمت کا ایک حصہ ہے

"اسی نے چوپائے پیدا کیے، جن میں تمھارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمھارے کھانے کے کام آتے ہیں، اور ان میں تمھاری رونق بھی ہے، جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔
اور وہ تمھارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں، جہاں تم پہنچ ہی نہیں سکتے تھے مگر بڑی جانکاہی کے ساتھ، یقیناً تمھارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔
گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں، اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمھیں علم بھی نہیں۔"
[سورہ النحل : 5]

کائنات کا بنی نوع انسان کی نشو و نما کے لیے مناسب ہونا اللہ کی توجہ اورالٰہی رحمت کا ایک حصہ ہے

"اللہ وہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمانوں سے بارش برساکر اس کے ذریعے سے تمھاری روزی کے لیے پھل نکالے ہیں اور کشتیوں کو تمھارے بس میں کردیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اسی نے ندیاں اور نہریں تمھارے اختیار میں کر دی ہیں۔"
[سورہ ابراہیم : 32]

کائنات کے اندر موجود ساری چیزوں کو بہترین شکل و صورت عطا کرنا اللہ کی حکمت و رحمت کا ایک حصہ ہے

"اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو.
اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟
اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا زہر کردیں، پھر تم ہماری شکرگزاری کیوں نہیں کرتے؟"
[سورہ واقعہ : 68]
"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا، تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا۔"
[سورہ فرقان : 45]

مخلوقات کا جوڑا جوڑا ہونا خالق کے وجود اور ارتقا کے باطل ہونے کی دلیل ہے

"وہ پاک ذات ہے، جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے، خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں، خواہ وہ (چیزیں) ہوں، جنھیں یہ جانتے بھی نہیں۔"
[سورہ یسین : 36]
خود سے پیدا ہو جانے کی بات ایک خلیہ والے جانداروں پر صادق آ سکتی ہے، لیکن یہ اس وقت ہو سکے گا، جب پہلے خلیے کے وجود کو فرض کر لیا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تولید کا ایک طریقہ ہے اور اگر ہم بحث کے دوران یہ مان بھی لیں کہ ذاتی تولید والی مخلوق ارتقا کر سکتی ہے، تو یہ بات جوڑوں پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ایک جاندار وجود کی ساخت اور ملان کے لیے اس کی تخلیق کے لیے اس علم کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک جوڑا مکمل درستگی کے ساتھ اعضا کی ساخت، ان کے افعال، ان کے مقامات اور بہت ساری تفصیلات میں فرق کے لحاظ سے کیا ارتقا چاہتا ہے؟

خالق پر یقین قانون سببیت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے

"کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟
کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔
یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں"۔
[الطور:35-37].
یہ مفروضہ کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں ہے، بہت سے قدرتی قوانین سے متصادم ہے، جنھیں ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں۔ ایک سادہ سی مثال دیکھ لیجیے۔ اس مفروضہ کو پاش پاش کر دینے کے لئے بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اہرام مصر کو کسی نے نہیں بنایا ہے۔
خود سے پیدا ہو جانا منطقی اور عملی طور پر ایک ناممکن بات ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز بیک وقت موجود تھی بھی اور موجود نہیں بھی تھی۔ یہ کہنا کہ انسان نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کر لیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھا، حالاں کہ یہ ایک ناممکن بات ہے۔

کائنات کے فنا ہونے کی حقیقت حرکیات کے دوسرے قانون کے مطابق ہے، جو فنا کو ناگزیر بتاتا ہے۔

"زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں"۔
[سورہ رحمن : 26]
یہ قانون کہتا ہے کہ کائنات اب حرارتی موت کی طرف بڑھ رہی ہے، جیسے ہی تمام اجسام کا درجۂ حرارت ایک جیسا ہو جائے گا، حرارتی موت واقع ہو جائے گی، سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ کائنات تبسیط و تفکیک اور اس کے بعد خود اپنے اور اس کے اندر موجود تمام چیزوں کے فنا کی جانب بڑھ رہی ہے۔ جب کہ الحاد کہتا ہے کہ کائنات پیچیدگی اور ارتقا کی جانب بڑھ رہی ہے، اس لیے سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہ قانون ڈارون کے نظریے کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

خالق پر یقین برکلے کے اصول سے مطابقت رکھتا ہے، جو ایک ذہن کے وجود کو ضروری قرارد دیتا ہے جو چیزوں کی گواہی دے۔

"کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں؟"
[سورہ فصلت : 53]
یہ اصول یہ بتاتا ہے کہ ہم انسان خارجی دنیا کے بارے میں اس حسی ادراک کے سوا کچھ نہیں جانتے، جو ہمارے ذہن میں موجود ہے، جب کہ عقل ایک عقل کلی کے وجود کو لازمی قرار دیتی ہے، جو تمام چیزوں کو سمجھے اور ان کی گواہی دے۔ (یعنی انسان سے الگ ایک خارجی قوت کا وجود)۔

خالق پر یقین انسانی حقوق کی ضمانت دیتا ہے

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو؛ کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے، جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے"
[سورہ حجرات : 13]

خالق پر ایمان زندگی کے مفروضے اور اس کے الیکٹرانک گیم ہونے کی تردید کرتا ہے۔

"ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔

اگر ہم یوں ہی کھیل تماشے کا ارادہ کرتے تو اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہی ہوتے۔
بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں، پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے، تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لیے باعث خرابی ہیں۔
آسمانوں اور زمین میں جو ہے، اسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔
وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔
[سورہ انبیاء : 16-20]
یہ کہنا کہ انسانی زندگی حقیقت کی نقالی کرنے والا ایک الیکٹرانک گیم ہے، منطقی اعتبار سے ناممکن ہے۔ ریاضیاتی عمل کو لاگو کرنے والے کمپیوٹر کے حقیقت کی نقالی کے لیے ایسی ساختی صلاحیتوں کی ضرورت ہے، جو ان مظاہر کو پیدا کرنے کے لیے کافی ہوں، جسے ہم جیتے ہیں۔ لیکن یہ دریافت ہو چکا ہے کہ صرف چند سو الیکٹرانوں کے مخصوص طرز عمل کی تقلید کے لیے درکار معلومات کو ذخیرہ کرنے کے لیے کائنات میں موجود چیزوں سے زیادہ ایٹموں کی ضرورت ہوتی ہے! لہذا ہم کوانٹم فزکس اور اس کے پیچیدہ اصولوں کی تشکیل و نقالی کسی بھی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے، یہاں تک کہ سب سے بڑے کمپیوٹر کے ذریعے جس کا ہم تصور کر سکتے ہیں، بھی نہیں کر سکتے۔
انسان کا ذہن کمپیوٹر نہیں ہے اور اس کا امتیاز اس کے شعور میں چھپا ہے۔
”کیا انھوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“
[حج : 46]
"وہ اللہ ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے، مگر تم بہت (ہی) کم شکر کرتے ہو۔"
[سورہ مؤمنون : 78]

انسانی دماغ کوئی کمپیوٹر نہیں ہے جو اس کے اجزا کے فیل ہونے پر کام کرنا چھوڑ دیتا ہے

"یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔“
[سورہ روم : 7]
مشہور ملحد اسٹیفن ہاکنز نے موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی نفی کے ایک ذریعے کے طور پر کہا تھا کہ زندگی کا خاتمہ دماغ کے تلف ہونے کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جیسے کہ کمپیوٹر اپنے پرزے فیل ہونے پر کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔
چنانچہ ہم اس سے کہتے ہیں: کیا عقل سلیم مردہ جسم کے دل کو دھڑکتا ہوا اور اس کے پھیپھڑے کو سانس لیتا ہوا بنا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں،یہ ایک مردہ ہے جسے ایک مردہ میں پیوند کیا گیا ہے اور اس روح کے بغیر اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، جو اس سے نکل گئی ہے۔ لہذا ہم ایک ایسا زندہ جسم تلاش کریں گے جس میں روح ہو، دھڑکتا ہوا دل ہو اور سانس لیتا ہوا پھیپھڑا ہو۔ اگر ملحد اس روح کا اعتراف نہیں کرتا جس کا سراغ لگانے کی کوشش وہ اس کے وجود کو تسلیم کیے بغیر یا اس کے خالق کا شکریہ ادا کیے بغیر کیے جا رہا ہے، تو یہ کافی ہے کہ دماغ یا سر کی منتقلی کے شعبے میں کام کرنے والے سائنس دانوں کے تجربات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔
"کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمھیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟
[مؤمنون : 115]

کمپیوٹر سے انسانی ذہن کی تشبیہ الحاد کے خلاف دلیل ہے

کمپیوٹر کو ایک انتہائی محدود ذہن رکھنے والے انسان نے بنایا ہے اور یہ اتفاقیہ طور پر بن نہیں گیا ہے، لہذا کمپیوٹر بنانے والا انسان بھی جس کے اندر کمپیوٹر سے کہیں زیادہ پیچیدگیاں ہیں، دنیا میں اتفاقیہ طور پر نہیں آ گیا ہے، اسے بھی کسی نے پیدا ضرور کیا ہے، اگر ملحد کے کمپیوٹر کو اسے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے کوئی نہ ملے تو یہ اس کے بنانے والے کی صلاحیتوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے، اور اگر وہ اپنی تخلیق اور اپنے اردگرد کی کائنات کی تخلیق بشمول حیرت انگیز تخلیق پر غور کرے تو اسے اپنے خالق کی قدرت کا یقین ہو جائے گا اور اسے اس بات کا بھی یقین ہو جائے گا، ;کہ اس کے فنا ہونے کے بعد اس کا خالق اس کودوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔
اللہ تعالی کا فرمان ہے:
"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو ایک فعل عبث کی طرح نہیں بنایا ہے کسی مصلحت سے بنایا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق لائے"
[سورہ ابراہیم : 19]
کمپیوٹر سے انسانی ذہن کی تشبیہ قیامت کی تصدیق کرتی ہے
اگر کمپیوٹر بنانے والا کمپیوٹر سے اربوں ڈیوائسز دوبارہ ایسے طریقوں سے بناسکتا ہے، جن کو اختیار کرتے ہوئے اس کے لیے پہلی بار پہلا ڈیوائس تیار کرنے کے مقابلے میں بعد میں اربوں ڈیوائس تیار کرنا زیادہ آسان ہے، بلکہ بعد میں وہ ایسے ڈیوائسز تیار کر لیتا ہے جو پہلے والے سے بہتر ہوتے ہیں، پہلی بار انسان اور بوالعجبیوں سے بھری ہوئی اس کائنات کی تخلیق کرنے والا، انسان یا اس کائنات کو دوبارہ کیوں بنا نہیں سکتا یا ان سے بہتر چیز کی تخلیق کیوں نہیں کر سکتا؟
اللہ تعالی کا فرمان ہے:
"وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔"
[سورہ روم : 27]

انسانی ذہن کی کمپیوٹر سے تشبیہ حقیقت کو سمجھنے میں مددگار ہے

اگر ملحد کمپیوٹر کا انسان کے ساتھ اچھے سے موازنہ کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ کمپیوٹر اپنے مادی مشمولات کے ساتھ توانائی اور ایک ایسے آپریٹنگ پروگرام کے بغیر جو اسے اپنے اردگرد موجود سائنسی معلومات سے جوڑتا ہے بے کار ہے۔ اسی طرح لازمی طور پر انسان کے پاس بھی ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جو اسے حرکت دے، اس کے اندر زندگی ڈالے، اسے اپنی ذات اور اپنے آس پاس کی چیزوں سے متعارف ہونے کی قوت دے اور اسے پتھر، درخت اور تمام جانداروں سے ادراک و طاقت میں بہت زیادہ الگ بنائے۔ جب اس کی یہ طاقت غائب ہو جاتی ہے تو اس کا ادراک غائب ہو جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہم ماں کے پیٹ میں پل رہے جنین کے بارے میں کرتے ہیں کہ ابتدائی مہینوں میں وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے، جس میں ادراک نہیں ہوتا، اس کے بعد پھر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان موت کے بعد گوشت کا ٹکڑا

بن جاتا ہے، جس میں ادراک نہیں ہوتا، اس کے درمیانی دور میں انسان حیات اور ادراک سے بھرا ہوا ہوتا ہے، عقل یقینی طور پر اس بات کو مانتی ہے کہ زندہ شخص مرے ہوئے شخص سے کچھ چیزیں زیادہ رکھتا ہے، جن کو ہم حیات اور ادراک کہتے ہیں۔ جس طرح کام کرنے والا کمپیوٹر کام نہ کرنے والے کمپیوٹر سے ایک چیز زیادہ رکھتا ہے، جسے حرکت دینے والی طاقت کہا جاتا ہے، اسی چیز کو ملحد شعور کہتا ہے اور اللہ نے اسی کو روح کہا ہے۔
"اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ جواب دے دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔"
[سورہ اسراء : 85]

مطلق قدرت کے تضاد کی تردید

وہ کہتے ہیں: کیا خالق ایک بڑی چٹان بنا سکتا ہے، جسے وہ اٹھا نہیں سکتا؟
اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے :
"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ اللہ ہی کے لیے پاکی ہے۔ وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ شریک کرتے ہیں"۔
[سورہ قصص : 68]
"لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔
انھوں نے اللہ کے مرتبے کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے۔"
[سورہ حج : 73-74]
"اوران لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔"
[سورہ زمر : 67]
ملحدوں کی طرف سے اپنے سے بڑی چٹان تخلیق کرنے کے امکان کے بارے میں دہرایا جانے والا سوال فاسد ہے، کیونکہ یہ مثلثی دائرہ بنانے کے امکان کے بارے میں پوچھنے کے مترادف ہے۔ خالق، واحد اور یکتا ہے، بڑی شان والا ہے۔ وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا، جو اس کی شان کے مطابق نہ ہو۔ اللہ اس طرح کی باتوں سے بہت زیادہ اونچا ہے۔
حالانکہ اللہ کے ساتھ کسی کی مثال دینا زیب نہیں دیتا، لیکن یہ ایک سچائی ہے کہ کوئی بھی پادری یا اعلیٰ مذہبی حیثیت کا حامل شخص برہنہ ہوکر عوامی مقامات سے نہیں گزرے گا، اگرچہ وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے ، لیکن وہ اس طرح عوام میں نہیں جا سکتا، کیونکہ یہ کام اس کی مذہبی حیثیت کے مطابق نہیں ہے۔

متعدد کائنات کے ہونے کا مفروضہ خالق کے وجود کو واجب کرتا ہے

ملحدین کی طرف سے کائنات کے خالق کے وجود سے انکار کے ذریعے کے طور پر دوسری کائنات کے وجود کے حوالے سے پھیلایا گیا مفروضہ خود ان کے خلاف دلیل ہے، کیونکہ اگر ہم بحث کے دوران اسے تسلیم کر بھی لیں، تب بھی اس کائنات کا کوئی خالق ہونا چاہیے۔
"جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پرقادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔ اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا (بینا) ہے۔
وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا۔ وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔
پس پاک ہے وہ اللہ، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے"۔
[سورہ یسین : 81-83]

اوکام (Occam) کا اصول کہ آسان ترین وضاحتوں کو ترجیح دی جانی چاہیے، ایمان کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

"پس آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں،اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں ہے،یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔"
[سورہ روم : 30]
ہمارے لیے بس اتنا کافی ہے کہ اگر ہم تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان کھڑے ہوکر یہ کہیں کہ خالق ہی اکیلا معبود ہے، تو سب لوگ ایک ہی آواز میں کہیں گے کہ ہاں، خالق ہی اکیلا معبود ہے۔ لیکن وہ ایک نکتے پر نہ صرف الگ الگ دکھائی دیتے ہیں، بلکہ مار کاٹ پر اتر آتے ہیں، وہ نکتہ یہ ہے کہ خالق کس جسم میں سامنے آتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خالق تو ایک ہے، لیکن وہ تین اقانیم میں مجسم ہے یا پھر یہ کہ اس کی اولاد ہے، جب کہ کوئی کہتا ہے کہ خالق جانور یا بت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالی ان تمام باتوں سے بلند و برتر ہے۔
مثال کے طور پر ہندوستان میں برطانوی حکومت کو پیش کی گئی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے:
"تحقیق سے کمیٹی نے جو عمومی نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی بھاری اکثریت ایک اعلیٰ ہستی پر پختہ یقین رکھتی ہے۔"[3]
پاسکل ویجر اور خالق کے وجود کا یقین
بعض ملحدین کی طرف سے اٹھائے گئے نکات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر ان پر کسی ایک معبود پر ایمان لانا، کسی ایک مذہب کی پیروی کرنا اور اس مذہب کی مقدس کتاب کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے تو وہ کون سا معبود، کون سا مذہب اور کون سی کتاب ہے، جسے ان کو ماننا ہے؟
"تم سب کا معبود صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔

[3] The Story of Civilization, Will Durant 209/

بےشک و شبہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جسے وہ لوگ چھپاتے ہیں اور جسے ظاہر کرتے ہیں، بخوبی جانتا ہے وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"
[سورہ نحل : 22-23]
خالق پر ایمان یقین کامل کے ساتھ ہونا چاہیے، احتمالات کے ساتھ نہیں۔ اس بات پر مضبوط ایمان ہونا چاہیے کہ وہ کائنات اور اس میں موجود تمام چیزوں کا خالق ہے، وہ اکیلا اور تنہا ہے جس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے، وہ کسی بت، انسان یا حیوان کی صورت اختیار کرکے سامنے نہیں آتا، اسی کی طرف تمام انسان مصیبت کے وقت رجوع کرتے ہیں، خواہ چاہیں یا نہ چاہیں، ارادے کے ساتھ ہو یا ارادے کے بغیر۔
"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے،اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"
[سورہ بقرہ : 136]
مشہور پاسکل ویجر تھیوری کو فروغ دینے والے اپنے پیروکاروں سے ہر حال میں اللہ پر یقین رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔
پاسکل ویجر بتاتا ہے :
اگر آپ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ موجود ہے تو بدلے میں آپ کو جنت میں ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا، جو کہ ایک لامحدود نفع ہے۔
اگر آپ اللہ کو نہیں مانتے اور اللہ موجود ہے تو بدلے میں آپ کو جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑے گا، جو کہ ایک لامحدود نقصان ہے۔
اگر آپ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ موجود نہیں ہے تو آپ کو اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا، جو کہ ایک محدود نقصان ہے۔
اگر آپ اللہ پر یقین نہیں رکھتے ہیں اور اللہ موجود نہیں ہے تو آپ کو سزا نہیں دی جائے گی، لیکن آپ اپنی زندگی گزار چکے ہوں گے، جو کہ ایک محدود فائدہ ہے۔
ملحد کہتا ہے کہ اگر میں اس نظریے کو لاگو کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کس معبود کی عبادت کرنی چاہیے؟ عیسائیوں کے معبود مسیح کی، ہندؤوں کے معبود کرشن کی، بدھشٹوں کے معبود بدھ کی یا مسلمانوں کے معبود کی؟
توہم اس سے کہیں گے : آپ کو اس پر ایمان رکھنا چاہیے اور اس کی عبادت کرنی چاہیے جس کی طرف ہر کوئی مصیبت کے وقت رجوع کرتا ہے، جو بدھ، کرشن، مسیح اور تمام انسانوں کا خالق ہے، جس نے آپ کو پیدا کیا اور آپ کو موت دے گا، جس کا دامن خود کسی چیز سے خالی ہو وہ دوسرے کو وہ چیز دے نہیں سکتا، کیا درخواست میں بادشاہ کو عام لوگوں کے برابر قرار دینا مناسب ہے؟
"آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو، تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، لیکن ہاں! اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے، اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔"
[سورہ یونس : 104]
اور ملحد بھی ایمان رکھتا ہے، خواہ وہ مانے یا نہ مانے، وہ کفر کا اظہار کرتا ہے اور ایمان کو ناحق اور تکبر سے چھپاتا ہے۔
"انھوں نے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کردیا، حالاں کہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، پس دیکھ لیجیے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟"
[سورہ النمل: 14]
مثال کے طور پر جب جہاز کے مسافروں کو اس کے ناگزیر حادثے کا احساس ہوجاتا ہے، تو الگ الگ مذاہب اور ادیان پر عمل پیرا ہونے کے باوجود سب لوگ اس قوت کی طرف رجوع کرتے ہیں جو آسمان میں ہے، ایسا ملحدین بھی کرتے ہیں، اس لحظہ سارے لوگ مسلمان اور موحد بن جاتے ہیں، لیکن جیسے ہی بچ جانے کا یقین ہو جاتا ہے دوبارہ اپنے اور اللہ کے بیچ میں کچھ لوگوں یا چیزوں کو کھڑا کر کے اپنی اپنی راہیں الگ کر لیتے ہیں۔
”پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔“
[سورہ العنکبوت : 65].
قرآن پرزور انداز میں کہتا ہے کہ خالق کائنات پر یقین نہ رکھنے کا اعلان ضد اور تکبر کے سوا کچھ نہیں۔
"جو لوگ اپنے پاس کوئی سند نہ ہونے کے باوجود آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں، وہ اس تک پہنچنے والے ہی نہیں۔ سو تو اللہ کی پناہ مانگتا رہ، بے شک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔"
[سورہ غافر : 58]
جس طرح ہر کوئی مصیبت کے وقت براہ راست خالق کی طرف رجوع کرتا ہے اسی طرح ان کے لیے ضروری تھا کہ اچھے اور برے دونوں وقتوں میں براہ راست اسی کی طرف رجوع کریں، دراصل یہی وہ معبود ہے جس کی عبادت کرنے، اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو ماننے اور اس کی مقدس کتاب قرآن پاک پر ایمان رکھنے کی دعوت دین اسلام دیتا ہے۔
"اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور ان تمام چیزوں پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب (علیہم السلام) پر اتاری گئیں اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے انبیا (علیہم السلام) دیے گئے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں"۔
[سورہ بقرہ : 136]
جس طرح خالق کی طرف سے مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے بہت سے انبیا اور رسولوں (مثلاً مسیح، موسیٰ، ابراہیم، نوح، داؤد، سلیمان، اسماعیل، اسحاق اور یوسف وغیرہ) کا تذکرہ قرآن پاک میں ہوا ہے، اسی طرح کچھ ایسے بھی نبی ہیں، جن کے نام بیان نہیں ہوئے ہیں، اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے مذاہب میں کچھ مقدس مذہبی شخصیات بھی نبی ہوں، جن کو ان کی قوم کے لوگوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود معبود بنا لیا، یہ کام اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے بھی کیا تھا، جب انہوں نے اپنے نیک لوگوں کی وفات کے بعد ان کی عبادت شروع کر دی تھی۔
"اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کیے۔"
[النساء : 164]
علی عزت بیگووچ کہتے ہیں :
"ارسطو نے تین سائنسی کتابیں لکھیں، قدرتی علوم کے بارے میں، آسمانوں کے بارے میں اور زمین کے بارے میں، آج ان تینوں کتابوں میں ایک بھی سائنسی طور پر درست جملہ نہیں ہے۔ سائنسی نقطہ نظر سے تینوں کو دس میں سے صفر نمبر ملیں گے، جب کہ قرآن جیسا کہ

مورس بوکائی اپنی مشہور کتاب "قرآن، انجیل اور تورات، جدید سائنس کے تناظر میں" میں کہتے ہیں : "حقیقت یہ ہے کہ مجھے قرآن پاک کی ایک بھی آیت نہیں ملی جو کہ کسی سائنسی حقیقت سے متصادم ہو، بلکہ قرآن نے کئی طریقوں سے جدید سائنس پر سبقت لے رکھی ہے اور اپنے زمانے میں رائج بہت سے سائنسی نظریات کو درست کیا ہے، مثال کے طور پر یہ خیال کہ زمینی پانی براعظموں کی تہہ میں ایک گہری کھائی سے بنتا ہے، جو زمینی پانی کو سمندروں سے زمین کی گہرائیوں تک پہنچاتا ہے۔ کیا قرآن نے اس بے تکے نظریے کی تائید کی ہے، جو اس دور میں رائج تھا؟ یا اس نے یہ کہا ہے :
"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے؟"
[سورہ زمر : 21]
لہذا زمینی پانی کا منبع بارش سے بننے والے چشمے ہیں، نہ کہ براعظم کی گہرائیوں میں ارسطو کی بتائی ہوئی کھائی جس کا تصور اس زمانے میں عام تھا۔

کچھ غور و فکر کے قابل باتیں

اگر ہم یہ کہیں کہ ہر چیز کا ایک مصدر ہے اور اس مصدر کا بھی ایک مصدر ہے اور اگر یہ سلسلہ ابد تک جاری رہے تو یہ منطقی بات نہیں ہے، منطقی بات یہ ہے کہ ہم کسی ابتدا یا انجام تک پہنچیں۔ ہمیں ایک ایسے مصدر تک پہنچنا چاہیے جس کا کوئی مصدر نہ ہو اور اسی کو ہم "اساسی سبب" کہتے ہیں، جو کہ بنیادی واقعہ سے مختلف ہے، مثال کے طور پر جب ہم یہ فرض کریں کہ بگ بینگ ہی بنیادی واقعہ ہے، کیوں کہ خالق ہی اساسی سبب ہے جو اس کام کا سبب بنا۔
یہ کہنا کہ کائنات کے خالق کو بھی خود اس کے خالق ہونے کے باوجود ایک خالق کی ضرورت ہے، گویا ہم یہ کہتے ہیں کہ نمک اگرچہ نمکین ہے لیکن اسے نمکین ہونے کے لیے نمک کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سوال کہ "اللہ کو کس نے پیدا کیا؟" اس سوال کے برابر ہے کہ اس چیز سے پہلے کیا تھا، جس سے پہلے کچھ نہ رہا ہو؟ اس طرح کا ایک اور سوال یہ ہے کہ جس چیز کا کوئی آغاز نہ ہو، اس کی ابتدا کیا ہے؟ اسی طرح کا ایک اور سوال یہ ہے کہ "پیلے رنگ کی بو کیسی ہے؟" جس طرح زرد رنگ خوشبو والی چیزوں کی فہرست میں نہیں آتی اسی طرح خالق پیدا کی ہوئی چیزوں کی فہرست میں نہیں آتا۔
کائنات کا ایک خالق ہے اور وہ ایک ہے، لہذا یہ سوال کہ "خالق کو کس نے پیدا کیا؟" درست نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہم سپاہی اور گولی کی مشہور مثال سامنے رکھ سکتے ہیں، ایک سپاہی گولی چلانا چاہتا ہے لیکن گولی چلانے کے لیے اسے اپنے پیچھے والے سپاہی سے اجازت لینی ہے اور اس سپاہی کو گولی چلانے کی اجازت دینے کے لیے اپنے پیچھے والے سپاہی سے اجاز لینی ہے اور یہ سلسلہ کہیں جاکر ختم نہیں ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ سپاہی گولی چلا سکے گا؟ جواب یہ ہے کہ نہیں۔ کیوں کہ وہ اس سپاہی تک پہنچ ہی نہیں سکے گا جو اسے گولی چلانے کی اجازت دے سکے، لیکن اگر یہ سلسلہ کسی ایسے شخص پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے جسے گولی چلانے کی اجازت دینے کے لیے کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے تو گولی چل جائے گی، جب تک اس طرح کا کوئی شخص مل نہیں جاتا گولی چل نہیں سکتی، چاہے سلسلہ جتنا بھی لمبا ہو جائے، ایسے میں اس سلسلے میں موجود لوگ ایسے ہوں گے جیسے صفر کے بغل میں صفر رکھ دیا جائے، یہ سلسلہ چاہے جتنا لمبا ہو جائے اور جتنے بھی صفر آ جائیں کسی چیز کے برابر نہیں ہوں گے، جب تک ان سے پہلے 1 یا اس سے زیادہ کوئی عدد نہ رکھ دیا جائے۔
کوئی سامان جیسے ٹی وی یا ریفریجریٹر وغیرہ تیار کرنے والی کمپنی اس سامان کو استعمال کرنے کے قواعد و ضوابط طے کرتی ہے اور قواعد و ضوابط کو اس سامان کو استعمال کرنے کا طریقہ بتانے والی ایک کتاب میں لکھ کر سامان کے ساتھ دے دیتی ہے، اگر صارف اس سامان سے کماحقہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اسے ان ہدایات کو فالو کرنا پڑتا ہے،جب کہ سامان تیار کرنے والی کمپنی ان قواعد و ضوابط کے تحت نہیں آتی۔ بالکل اسی طرح اللہ قانون سببیت کا خالق ہے اور اسے اپنے پیدا کیے ہوئے قانون کے تحت لایا نہیں جا سکتا۔ جب کہ اللہ قادر مطلق ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔
اگر کوئی شخص اپنے کمرے میں داخل ہو اور کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا دیکھے تو اپنے گھر کے لوگوں سے پوچھے گا کہ کھڑکی کا شیشہ کس نے توڑا ہے؟ ایسے میں اگرکہہ دیں کہ یہ اتفاقاً ٹوٹ گیا ہے، تو یہاں جواب غلط ہوگا، کیوں کہ اس نے یہ نہیں پوچھا ہے کہ کھڑکی کیسے ٹوٹی؟ اس نے یہ پوچھا ہے کہ کھڑکی کس نے توڑی؟ اتفاق فعل کی وضاحت ہے، فاعل کی نہیں، اس سوال کا جواب لفظ "اتفاق" سے دینا درست نہیں ہے کہ کائنات کو کس نے بنایا؟ اگر ہم یہ فرض کریں کہ کوئی اس کے کمرے میں داخل ہو اور کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا پائے اور وہ اپنے گھر والوں سے پوچھے کہ اسے کس نے توڑا ہے اور وہ جواب میں کہیں کہ فلاں نے اسے اتفاقاً توڑ دیا ہے، یہاں جواب قابل قبول اور معقول ہوگا، کیونکہ شیشہ ٹوٹنا ایک عشوائی معاملہ ہے، جو اتفاقاً ہو سکتا ہے، تاہم اگر وہی شخص اگلے دن اپنے کمرے میں داخل ہو اور دیکھے کہ کھڑکی کا شیشہ ٹھیک کر دیا گیا ہے اور وہ اپنے گھر والوں سے پوچھے کہ اسے کس نے ٹھیک کیا ہے اور گھر کے لوگ جواب دیں کہ اسے فلاں نے اتفاقا ٹھیک کر دیا ہے، تو جواب نہ تو قابل قبول مانا جائے گا اور نہ معقول، وہ عقلا محال بات ہوگی۔ کیونکہ شیشے کو ٹھیک کر دینا کوئی عشوائی بات نہیں ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ منطقی طور پر یہ بات ناممکن ہے کہ کائنات اور مخلوقات اتفاقاً پیدا ہوگئی ہوں، وہ قصد و ارادے کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں۔ اس لیے بالآخر کائنات کی تخلیق کے مسئلے میں اتفاق کا رول ختم ہو جاتا ہے۔
رابرٹ جے وہائٹ 1960 سے دماغ یا سر کی پیوند کاری کے شعبے میں کام کرنے والے سب سے بڑے کارکنوں میں سے ایک مانے جاتے ہیں، ایک شان دار تجربے میں وہ بندر کا دماغ حاصل کر کے اسے ٹھنڈا کر کے ایسے خاص مشینوں کے ذریعے جسم سے باہر زندہ رکھنے میں کامیاب ہو گئے جو اس دماغ تک مصنوعی دل کی طرح خون پہنچانے کا کام کریں، اس طرح دماغ کو صحیح سالم حالت میں برقرار رکھا جا سکتا ہے اور دوسرے شخص کے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے، یہ تجربہ اس ملحد کا رد ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ زندگی کا خاتمہ دماغ کے تلف ہونے سے ہو جاتا ہے، کیوں کہ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ بندر مر گیا اور دماغ صحیح سالم حالت میں رہ گیا، ایسے میں کیا زمین کے تمام سائنس داں اس صحیح سالم دماغ کو مرے ہوئے بندر کے جسم میں واپس کر کے اسے زندہ کر سکتے ہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ یہ محال ہے۔
یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سائنسی معلومات کے بارے میں کمپیوٹر کا ادراک انسان کی سابقہ پروگرامنگ کے نتیجے میں ہوتا ہے، تو کیا انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ پہلے سے پروگرامنگ کے بغیر اپنے اردگرد کی چیزوں کا ادراک کر سکے؟ جو باتیں پانچ حواس ہم تک پہنچاتے ہیں وہ برقی سگنلز کے سوا کچھ نہیں، جو حواس سے دماغ تک اعصاب کے ذریعے منتقل ہوتے ہیں اور پھر وہ ذہن میں پڑھے جاتے ہیں، لہٰذا اس کائنات کی جن چیزوں کو ہم محسوس کرتے ہیں وہ دماغ کے اندر موجود برقی سگنلز کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز نے دماغ کو حواس کے ذریعے ادراک کی ہوئی باتوں کو سمجھنے اور ان کے درمیان پوری باریک بینی کے فرق کرنے کا اہل بنایا؟ یہ بڑا ہے اور یہ چھوٹا ہے، یہ پیلا ہے اور یہ سبز ہے، یہ اچھی آواز ہے اور یہ بری۔ بھلا وہ کون سا آلہ ہے، جو

ہمارے اندر رہ کر نوع بہ نوع چیزوں کو محسوس کرنے کا کام کرتا ہے؟ صرف ولادت کے بعد ہی نہیں، ولادت سے پہلے بھی۔ جنین ماں کے پیٹ میں روح ڈالے جانے کے بعد صاحب شعور بن جاتا ہے، وہ ہنستا ہے، منہ میں انگلی ڈالتا ہے اور اپنے اعضا کو حرکت دیتا ہے، وہ دوسروں کو بھی محسوس کرتا ہے، اس کے لیے سننا، آوازوں کا جواب دینا اور ماں کی خوشی و غم کا فرق کرنا ممکن ہو جاتا ہے، آخر یہ ساری باتیں اسے کس نے سکھائیں؟
فطرت کائنات کی خالق نہیں ہو سکتی، کیونکہ فطرت وقت، جگہ اور توانائی پر مشتمل ہے اور اسے ایک ایسی ذات کی ضرورت ہے، جس نے ان عوامل کو پیدا کیا، انہیں اتنا پیچیدہ، الگ الگ نوعیتوں، طبیعتوں اور رنگوں کا حامل بنایا،پھر فطرت نے کیسے محسوس کیا کہ انسانی دماغ کو کائنات کی ان بھیانک تفصیلات سے باخبر ہونا چاہیے کہ اس نے اسے ادراک کا آلہ عطا کیا، جو ساری چیزوں کے درمیان فرق کرتا ہے، حالاں کہ یہ چیزیں حواس سے دماغ تک منتقل ہونے والے برقی سگنل سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ دنیا کی پیچیدگی اور ادراک کی پیچیدگی کے درمیان تعلق لازمی طور پر دقیق ریاضیاتی عمل پر مبنی پلاننگ کے ساتھ بننے والی چیز ہے، یہ اتفاق سے وجود میں نہیں آیا ہے، لیکن ادراک کے آلے کی پروگرامنگ اس طرح ہوئی ہے کہ وہ ایک محدود دائرے کے اندر کام کرتا ہے، یہی حال کائنات کے اندر موجود ہر زندہ چیز کا ہے کہ اس کی ایک خاص انداز میں پروگرامنگ کی گئی ہے جو اس کے لیے کچھ خاص چیزوں کے ادراک کو ممکن بناتی ہے اور کچھ اس کے ادراک کے دائرے سے باہر رہ جاتی ہیں۔
انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کی تعظیم صرف یہ نہیں تھی کہ وہ مٹی سے مستقل طور پر پیدا کیے گئے تھے، بلکہ وہ براہ راست رب العالمین کے ہاتھوں سے پیدا ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ وہ اللہ کے حکم کو بجا لاتے ہوئے آدم کو سجدہ کریں۔
اللہ نے نسل آدم کا آغاز ایک حقیر پانی سے کیا، تاکہ تخلیق کے منبع کی وحدت اور خالق کی وحدانیت کی نشان دہی کی جائے، اس نے آدم کو انسان کی تکریم اور اسے زمین میں خلیفہ بنانے کی حکمت کو پورا کرنے کے لیے مستقل طور پر پیدا کیا اور اس طرح اسے ساری مخلوقات سے امتیازی شان عطا کی۔اپنے قادر مطلق ہونے کا اظہار کرنے کے لیے آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا کیا، اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرکے اپنے قادر مطلق ہونے کی ایک اور مثال پیش کی اور اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی ایک نشانی دکھائی۔
جب کہ ملحدین کا ارتقا کے نظریے کے ذریعے اس کا انکار کرنے کی کوشش خود ان کے خلاف جاتی ہے۔
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کے جیسی ہے، جسے مٹی سے بنا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہو گیا!"۔ [سورہ آل عمران : 59]
جب کوئی شخص اپنے آپ کو بہت امیر اور بہت سخی محسوس کرتا ہے تو وہ دوستوں اور عزیزوں کو کھانے پینے کی دعوت دیتا ہے۔
دراصل ہماری یہ صفت اللہ کی صفات کا ایک معمولی سا حصہ ہے۔ کیوں کہ ساری کائنات کو پیدا کرنے والے اللہ کی ایسی صفات ہیں جن میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، فیاض اور سخی ہے، اس نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اگر ہم خالص طور پر اسی کی عبادت کریں تو وہ ہم پر رحم کرتا ہے، ہمیں سعادت و خوشیاں دیتا ہے اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے، تمام خوب صورت انسانی صفات اسی کی صفات سے لی گئی ہیں، اس نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں انتخاب کرنے کی قدرت دی، ایسے میں یا تو ہم اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کریں یا اس کے وجود سے انکار کرتے ہوئے بغاوت اور نافرمانی کا راستہ اختیار کریں۔
اللہ نے باقی ساری مخلوقات کے بیچ جنوں اور انسانوں کو آزادی اختیار کا امتیاز عطا کیا ہے۔ انسان کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ کسی پاک ہستی یا پروہت کے واسطے کے بغیر اللہ رب العالمین سے لو لگائے، خالص طور پر اسی کی عبادت کرے اور اس بات کا کامل یقین رکھے کہ اللہ کا نہ تو کوئی شریک ہے اور نہ اولاد۔ وہ کسی انسان، حیوان، بت یا پتھر کی صورت میں نمودار نہیں ہوتا۔ اگر اس نے اتنا کر لیا تو اس نے انسان کو اللہ کی طرف سے انسان کو اشرف المخلوقات بنائے جانے کی حکمت پوری کر لی۔
اختیار کا ارادہ اور طاقت بذات خود نعمت ہے، اگر اس کا صحیح استعمال کیا جائے، لیکن اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے، تو وہ عذاب بن جاتا ہے۔
خالق ہمیں اطاعت اور عبادت پر مجبور کر سکتا تھا، لیکن جبر سے انسان کی تخلیق کا مطلوبہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔
آدم کی توبہ قبول کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو جو سبق سکھایا وہ رب العالمین کی طرف سے انسانیت کے لیے پہلی بخشش کے مترادف ہے، کیونکہ اسلام میں وراثت میں ملے گناہ جیسی کوئی بات نہیں ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا،ہر شخص اپنا گناہ اکیلے ہی اٹھائے گا، یہ ہم پر رب العالمین کا رحم و کرم ہے۔ انسان گناہ کے بوجھ سے خالی پاک صاف پیدا ہوتا ہے اور سن بلوغ شروع ہونے کے بعد سے ہی اپنے گناہوں کا جواب دہ ہوتا ہے۔
انسان سے کسی ایسے گناہ کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا جس کا ارتکاب اس نے نہ کیا ہو، جیسا کہ اسے ایمان اور عمل صالح کے بغیر نجات نہیں مل سکتی، اللہ نے انسان کو زندگی بخشی اور اسے آزمانے کے لیے ارادہ عطا فرمایا، انسان فقط اپنے تصرفات کا جواب دہ ہے۔ انسان کو اختیار کی آزادی بھی اس کی معرفت اور امکانیات کے دائرے میں حاصل ہے۔ بلا شبہ حساب کا انحصار ذمہ داری کے وجود اور انتخاب کے امکان پر ہے، کیونکہ خالق کسی کو اس کی ظاہری شکل اور سماجی حیثیت کی بنا پر جواب دہ نہیں ٹھہرائے گا۔ تصادم اور جدوجہد سے بھری ہوئی آزادی انسان کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور تکریم ہے کہ اسے خوش حالی تو حاصل ہو، لیکن اس کے پاس کچھ کرنے کا اختیار نہ ہو۔ بلاشبہ حساب اور ثواب کا ارادے کے بغیر کوئی مطلب نہیں ہے۔ یہ بات بھی خلاف عقل ہے کہ قدرت رکھنے والا اللہ انسان کو اختیار کی آزادی دے اور پھر بلا حساب و کتاب چھوڑ دے۔ حساب ذمے داری سے جڑی ہوئی چیز ہے۔ قیامت کا دن آنا درحقیقت ہمارے نظام وجود کی تکمیل ہے۔
الحاد مختلف طریقوں سے انسانوں کے اندر پروان چڑھا ہے، لیکن اس کا ظہور پچھلی آسمانی شریعتوں کے حامل لوگوں کے ذریعے معبود کے حقیقی مفہوم میں تحریف کے بعد ہوا، اس تحریف شدہ مفہوم کے اندر خالق کو ایسے اوصاف کے ذریعے موصوف کر دیا گیا، جو اس کی شان کے مطابق نہیں ہیں، مثلا یہ کہ وہ تھک جاتا ہے، آرام کرتا ہے اور پہچانتا نہیں ہے وغیرہ۔ یہ تحریف شدہ مفہوم اس سادہ مفہوم کے خلاف ہوتا ہے، جسے اللہ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے، لوگوں کو الحاد پر ابھارنے والی دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ پادریوں اور مذہبی اداروں کے ناقابل قبول مطالبات اور احکامات اور دنیاوی اور سیاسی فوائد کا حصول بھی شامل ہے۔
زندگی کا بنیادی مقصد خوشی کے عبوری احساس سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی معرفت اور اس کی عبادت کے ذریعے گہرا اندرونی سکون حاصل کرنا ہے۔ مقصد الہیہ کا حصول ابدی اور حقیقی خوشی کا باعث بنے گا۔ لہٰذا اگر یہ ہمارا بنیادی مقصد ہے، تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی پریشانی یا مشکل کا سامنا کرنا معمولی بات ہوگی۔
یہ دنیا ایک امتحان ہے اور انسان اس دنیا سے کامیابی یا ناکامی کا سرٹیفکیٹ لے کر نکلتا ہے۔ لہذا انسان کے لیے دنیا سے محبت کرنا غلط ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والا دراصل اس شخص کی طرح ہے، جو کہتا ہو کہ وہ امتحان سے محبت کرتا ہے اور اس سے جڑا ہوا ہے، لیکن اسے وہ سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے جو امتحان ختم ہونے کے بعد ملتا ہے۔

ہوائی جہاز کے انجن کو سمجھ نہ پانے کی صورت میں ہوائی جہاز بنانے والے کی طرف رجوع کرنے کو فکری خلا نہیں مانا جائے گا، جب کہ ہوائی جہاز بنانے والے کا کہیں بھی انجن بنانے میں کوئی دخل نہیں ہوتا، لیکن وہ میکانزم کے وجود کا ذمہ دار ہے، ہم جانتے ہیں کہ معبود جہالت سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے کے لیے معبود نہیں ہے، لیکن سائنس کے دریافت کردہ تمام میکانزم کے پیچھے وہی پہلی وجہ ہے۔

مادّی سائنس کہتا ہے کہ کائنات عدم سے پیدا ہوئی، جب کہ سائنس خود ہمیں بتاتا ہے کہ مادّہ نہ تو فنا ہوتا ہے اور نہ عدم سے وجود میں آتا ہے، یہی وہ بات ہے جس نے سائنس دانوں کو الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ چونکہ مادہ عدم سے پیدا نہیں ہوا تو کائنات عدم سے کیسے پیدا ہوگئی؟ لہذا اب مذہب کا کردار آتا ہے کہ وہ اس کی وضاحت کرے جس کی وضاحت کرنے میں سائنس نے اپنی بے بسی کا اعتراف کیا ہے، مذہب نے انہیں بتایا ہے کہ مادہ فنا ہو جاتا ہے اور اس کا ایک عظیم خالق ہے جس نے اسے عدم سے پیدا کیا ہے۔

کائنات کے قوانین دراصل کائنات کے حقائق میں سے صرف ایک حقیقت ہیں، یہ کائنات کے وجود کے سبب کی تفسیر نہیں ہیں، دریافت شدہ قوانین بھی خالق کے وجود کا انکار نہیں، بلکہ اللہ کی تخلیق کا بیان ہیں،مثال کے طور پر جو شخص ہر ماہ کسی بچت کے ادارے میں ایک رقم جمع کرتا ہے اور سال کے آخر میں ادارے سے منافع کے ساتھ وہ رقم وصول کرنے آتا ہے جو اس نے جمع کی تھی، ایسے میں اکاؤنٹنٹ اس سے کہے کہ اس مبلغ کے حساب کے لیے ہمارے ذریعے استعمال کیے گئے قانون ضرب نے ہی آپ کے لیے ان نقود کو پیدا کیا ہے تو کیا اس کی یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے؟ درحقیقت رقم جمع کیے بغیر اس کا اکائنٹ صفر ہی رہے گا، اس لیے یہ کہنا بھی خلاف عقل اور خلاف منطق ہے کہ فطرت کے قوانین نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔

نظریات اور قوانین چیزوں کے رخ کو درست طریقے سے بیان کرتے ہیں، لیکن یہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لاتے۔ حرکت کے قوانین باسکٹ بال کے رخ کو بیان کر سکتے ہیں، لیکن کھلاڑی کا ہاتھ ہی گیند کو حرکت دینے کا کام کرتا ہے، اس طرح قوانین کو ایک ایسی موجود چیز کی ضرورت ہوتی ہے جس پر ایک معین قوت، ایک خاص جگہ اور وقت پر اثر انداز ہو، ان عناصر کے بغیر یہ قوانین کام نہیں کرتے، بلکہ اپنا وجود بھی بھی نہیں رکھتے۔

اگر قوس قزح بارش پر پڑنے والی شمسی شعاعوں کا عکس ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ قوس قزح کے نظارے سے لطف اندوز ہونے سے فائدہ یہ ہے کہ وہ ہمیں خالق کے وجود پر یقین کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ قوسِ قزح کے رنگوں کو دکھانے والے طریقۂ کار کی دریافت سے یقینی طور پر خالق کے وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص سڑک پر چلتا ہے اور اسی دوران اس کا موبائل فون گم ہو جاتا ہے، اتنے میں اسے ایک عوامی ٹیلی فون بوتھ مل جاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کال کرنا چاہتا ہے تو کیا اس فون کے وجود سے اس کا استفادہ اور اس کے طریقۂ کار کی دریافت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس فون کا کوئی بنانے والا نہیں ہے یا پھر عوامی فون ایک حقیقی وجود رکھتا ہے اور اس کا کوئی بنانے والا ہے؟ کسی چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس کے بنانے والے کے وجود کی نفی نہیں کرتا، بلکہ اس کی تائید کرتا ہے، درحقیقت قوس قزح کے خوب صورت نظارے سے انسانوں کا لطف اندوز ہونا اور سائنس کی طرف سے اس میکانزم کی دریافت، جس نے قوس کو ظاہر کیا، سورج کے خالق اور بارش بھیجنے والے کے وجود کی نفی نہیں کرتا۔

الحاد کا تضاد اس بات میں چھپا ہوا ہے کہ وہ اس عقیدے کا مطالبہ کرتا ہے کہ بگ بینگ ان کے مفروضے کے مطابق کسی بیرونی قوت کی مداخلت کے بغیر ہو گیا اور کائنات کسی مقصد کے بغیر وجود میں آ گئی۔ مسلسل ترابط کے قوانین کے مطابق بغیر کسی مقصد کے پیٹرن کو درست طریقے سے دہرانے اور دوبارہ پیدا کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ ہم سے یہ ماننے کو کہا جاتا ہے کہ ذہانت، تجریدی سوچ اور شعور کسی نہ کسی مقصد کے بغیر احمقانہ، غیر معقول ذرائع سے پیدا ہو سکتا ہے، اور یہ یقین کرنے کے لیے کہ انکوڈ شدہ معلومات کا بہت بڑا بنڈل مطلق ایگزیکٹو پاورز (DNA) کے ساتھ خود کو پروگرامر کے بغیر، بنا کسی وجہ کے لکھتا ہے، اور یہ مردہ مادہ اچانک بغیر کسی مقصد کے دوبارہ ظاہر ہو سکتا ہے۔

تھرموڈینامکس کا دوسرا قانون کہتا ہے کہ وقت ایک لکیری انداز میں آگے بڑھتا ہے نہ کہ دائرے کی صورت میں، اس لیے گرمی کا ٹھنڈے جسم سے گرم جسم میں منتقل ہونا ناممکن ہے۔ اس طرح یہ قانون وقت اور جہانوں کے دائراتی خیال کی تردید کرتا ہے۔ ہندو، بدھ اور روایتی چینی مذاہب کی طرف سے ارواح کی منتقلی کے فلسفے کی بھی تردید کرتا ہے۔ واضح ہو کہ ابھی مذکور ادیان بت پرستی پر قائم سب سے بڑے مذاہب ہیں، جو یہ مانتے ہیں کہ خالق صنم یا پتھر وغیرہ کی صورت میں مجسم ہوتا ہے۔ یہ اس طرح کہ یہ قانون کائنات کے آغاز و اختتام کے وجود کی تاکید کرتا ہے اور اس کے ذریعے آواگون کے نظریے کی تردید کرتا ہے۔

اسلام نہ صرف توحید ربوبیت (ایک اللہ پر یقین)، بلکہ توحید الوہیت (بس ایک اللہ ہی کی عبادت) ہے۔ ایک معبود پر ایمان کی بات بہت سے مذاہب میں موجود ہے، کفار قریش (محمد کی قوم کے لوگ بھی) ایک اللہ کو مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان سے بتوں کی عبادت میں ملوث ہونے کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے ہیں ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ اس سے صاف ہے کہ وہ اللہ کے وجود کا انکار نہیں کرتے تھے۔

خالق نے کہا ہے :

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو بس اسی لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کردیں"۔

[سورہ زمر : 3]

دراصل یہ سب خالق کے حقیقی تصور سے ناواقفیت کی وجہ سے تھا۔ اسی ناواقفیت نے ذہنوں میں تشویش پیدا کی اور اس کے نتیجے میں لوگ الحاد کے شکار ہوئے اور خالق کے وجود کا سبب اور اس طرح کے دوسرے سوالات کرنے لگے جو خالق کے وجود میں شک پیدا کرتے ہیں۔

خالق نے ہی سببیت کا قانون بنایا ہے، اس لیے وہ اس کے تابع نہیں ہے، یعنی وہ ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد ہے اور اس کی کوئی بھی مخلوق اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تغیر پذیر نہیں ہے اور اس زمانی مراحل سے بھی نہیں گزرتا جن سے وقت کے تابع ہونے کی وجہ سے ہم گزرتے ہیں،وہ تھکتا نہیں ہے، اسے خود کو کسی مادی شکل میں ڈھالنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہم اسے دیکھ نہیں سکتے، کیوں کہ ہم زمان و مکان سے گھرے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر بغیر کھڑکی والے کمرے میں بیٹھے ہوئے شخص کو یہ دیکھنے کے لیے کہ کمرے کے باہر کیا ہے کمرے سے نکلنا پڑے گا۔ اگرچہ خالق جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کے پاس ہر کام کی طاقت ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کا بھی عقیدہ رکھنا پڑے گا کہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جو اس کی شان کے مناسب نہ ہو، اس طرح کی باتوں سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔

کائنات کی ہر چیز خالق کے قبضے میں ہے، جو اکیلا ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کا مالک اور ہر چیز کو اپنی مرضی کے تابع کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے۔ سورج، سیارے اور کہکشائیں ابتدائے تخلیق سے ہی انتہائی درستگی اور باریک بینی کے ساتھ کام کر رہی ہیں اور یہ درستگی اور باریک بینی انسانوں کی تخلیق پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ اگر ہم انسانی جسموں اور ان کی روحوں کے درمیان موجود ہم آہنگی پر غور کریں تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ ان روحوں کا جانوروں کے جسموں میں قیام ممکن نہیں ہے اور نہ ہی وہ پودوں اور حشرات الارض میں گردش کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور علم سے ممتاز کیا، اسے زمین پر خلیفہ بنایا، اس پر احسان کیا، اسے عزت دی اور اس کا درجہ تمام مخلوقات سے بلند کیا۔ خالق کے عدل کا ہی ایک حصہ قیامت، جزا، جنت اور جہنم کا وجود ہے، کیونکہ اس دن تمام اچھے اور برے اعمال ناپے اور تولے جائیں گے۔
اللہ تعالی کا فرمان ہے:
"سو جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا، اسے دیکھ لے گا۔
اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔"(الزلزلة: 7-8)
کچھ ڈارونسٹ، جو قدرتی انتخاب (ایک غیر معقول جسمانی عمل) کو ایک منفرد تخلیقی قوت سمجھتے ہیں، جو کسی حقیقی تجرباتی بنیاد کے بغیر تمام مشکل ارتقائی مسائل کو حل کرتی ہے، بعد میں انھوں نے بیکٹیریل خلیات کی ساخت اور کام میں ڈیزائن کی پیچیدگی کو دریافت کر لیا تھا اور "ذہین" بیکٹیریا، "مائکروبیل انٹیلی جنس"، "فیصلہ سازی" اور "مسئلہ حل کرنے والے بیکٹیریا" جیسے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیے تھے۔ اس طرح، بیکٹیریا ان کا نیا معبود بن گیا[4]۔
مشہور امریکی مصنف اور کیمیا دان مائیکل بیہ کہتا ہے:
"میں خلیے کو جانچنے کی اس ساری کوشش کے نتیجے میں اللہ کے وجود کو قبول کرنے پر مجبور ہوں۔ یعنی سالماتی سطح پر زندگی کا جائزہ لینا عزم کی ایک بلند، واضح اور تیز پکار ہے۔"
سچ یہ ہے کہ یہ خیال کہ انسان بندر سے پیدا ہوا یا بندر سے ارتقا پذیر ہوا، یہ کبھی بھی ڈارون کے تصورات میں سے نہیں تھا، لیکن وہ کہتا تھا کہ انسان اور بندر ایک مشترکہ اور نامعلوم اصل کی طرف واپس لوٹتے ہیں، جسے اس نے (کھوئی ہوئی کڑی) کہا تھا اور جو ایک خاص ارتقا کے نتیجے میں انسان میں تبدیل ہو گیا، اگرچہ ہم بحیثیت مسلمان ڈارون کی بات کو بالکل مسترد کرتے ہیں، لیکن اس نے کسی بھی صورت میں یہ نہیں کہا، جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ بندر انسان کی اصل ہے،یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ڈارون ایک معبود کے وجود پر ایمان لا چکا تھا۔ لیکن یہ خیال کہ انسان حیوان الاصل ہے، بعد میں ڈارون کے پیروکاروں کی طرف سے، جو کہ اصلا ملحد تھے، اس وقت سامنے آیا جب انہوں نے اسے اپنے نظریہ میں شامل کیا۔
ڈارون کا نظریہ جو کہتا ہے کہ ہم اس کائنات میں بے ترتیب تغیرات کے نتیجے میں آ گئے ہیں اور ہمیں کسی عظیم خالق نے پیدا نہیں کیا ہے، محض ایک نظریہ ہے اور ابھی تک ثابت نہیں ہوا ہے، یہ بات ثابت ہے کہ خود ڈارون جس نے یہ نظریہ دیا تھا، اس کے ذہن و دماغ میں اس سلسلے میں کئی شکوک و شبہات تھے،اس نے اپنے کئی ساتھیوں کو خطوط لکھ کر اپنے شکوک و افسوس کا اظہار کیا تھا، اس نے کہا تھا :
"اس بات کا تصور کرنا بہت مشکل، بلکہ ناممکن ہے کہ ہماری کائنات جیسی ایک عظیم کائنات، جس میں ہماری بے پناہ انسانی صلاحیتوں سے مستفید ہونے والی مخلوق موجود ہے، ابتدا میں محض ایک اتفاق کے نتیجے میں یا اس لیے وجود میں آ گئی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جب میں اپنے ارد گرد اس وجود کے پیچھے پہلی وجہ تلاش کرتا ہوں، تو اپنے آپ کو یہ کہنے پر مجبور پاتا ہوں کہ ایک ذہین دماغ موجود ہے اور اس لیے میں معبود کے وجود پر یقین رکھتا ہوں۔"
نظریۂ ارتقا، جس کا مقصد ہوتا ہے خالق کے وجود کا انکار کرنا، یہ کہتا ہے کہ تمام حیوانی اور نباتاتی جانداروں کے ظہور کا ایک مشترکہ ماخذ ہے اور ساری چیزیں ایک ہی اصل سے ارتقا پذیر ہوئی ہیں، جو کہ صرف ایک خلیے والا جاندار ہے، ساتھ ہی یہ کہ پہلے خلیے کی تشکیل پانی میں امینو ایسڈز کے جمع ہونے کا نتیجہ تھی، جس کے نتیجے میں ڈی این اے کا پہلا ڈھانچہ بنا، جو کسی جاندار کی جینیاتی خصوصیات رکھتا تھا، ان امینو ایسڈز کے جمع ہونے سے ایک زندہ خلیے کا پہلا ڈھانچہ بنا۔اور مختلف ماحولیاتی اور بیرونی عوامل کے نتیجے میں جو ان خلیوں کی تعداد بڑھنے کا باعث بنے،اور جس نے پہلے نطفہ کی شکل اختیار کی، پھر جونک کی شکل اختیار کی اور پھر جنین کی شکل اختیار کی۔
"تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے، ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ بےشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"
[سورہ نور : 45]
سائنس ایک مشترکہ اصل کے ارتقا کے تصور کا اطمینان بخش ثبوت فراہم کرتا ہے، جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔
"اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیاہے۔ کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"
اللہ تعالیٰ نے جانداروں کو ذہانت اور اس فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے ہم آہنگ ہو جائیں اور جسامت، شکل یا لمبائی میں نشوونما پا سکیں، مثال کے طور پر سرد ممالک میں بھیڑوں کی ایک مخصوص شکل اور کھال ہوتی ہے، جو انہیں سردی سے بچاتی ہے، اس کا اون فضا کے درجہ حرارت کے مطابق زیادہ اور کم ہوتا رہتا ہے، جب کہ دوسرے ممالک میں اس کے برخلاف ہوتا ہے، اشکال اور انواع ماحول کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، یہاں تک کہ انسان بھی رنگوں، خصوصیات، زبانوں اور شکلوں میں مختلف ہوا کرتے ہیں، چنانچہ کوئی انسان دوسرے جیسا نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود وہ رہتے انسان ہی ہیں، کسی جانور میں بدل نہیں جاتے۔
اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا ہے :
اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے۔ دانش مندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔"
[سورہ روم : 22]
مشہور ارتقائی سائنس دان Jules DeWant اپنی کتاب "The Ascent of Nature in Darwin's Descent of Man" صفحہ 295 میں کہتا ہے:
"ڈارون کا گہرا یقین تھا کہ عورت کا درجہ مردوں کے درجے سے بہت کم ہے،خاص طور پر جب بات زندہ رہنے کی جدوجہد کی ہو رہی ہو۔ وہ بے وقوفوں، معذوروں، پچھڑے ہوئے لوگوں اور عورتوں کو ایک ہی زمرے میں رکھتے تھا، اس کا خیال تھا کہ عورت کے دماغ کی

[4] Atheism A Giant Leap of Faith. Dr. Raida Jarrar.

جسامت اور اس میں موجود عضلات کی مقدار مرد کے مقابلے میں اسے مرد کے ساتھ زندہ رہنے کی جدوجہد میں داخل نہیں ہونے دیتی، بلکہ اس نے اس میں ایک قسم کی حیاتیاتی کمی دیکھی، جس کا تدارک نہیں ہو سکتا".
درحقیقت یہ ایک (مادی) تضاد ہے جو نظریہ ارتقا کے پیروکاروں اور ملحدوں کے عقائد کو ظاہر کرتا ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو اسلام میں (عورت) کی حیثیت کو چیلنج کرتے ہیں، وہ عورت جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں مرد کے برابر بنایا، کیوں کہ عورت کو مرد سے ہی بنایا گیا ہے، مرد عورت کی جانب کشش محسوس کرتا ہے اور عورت مرد کی جانب کشش محسوس کرتی ہے۔
اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے :
”اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے اطمئنان اور سکون پاؤ۔ اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہم دردی قائم کر دی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“
[سورہ روم : 21]
فرانس میں سنہ 673 میں خواتین کی قانونی حیثیت کے تعین کے سلسلے میں ایک یورپی کانفرنس منعقد ہوئی کہ کیا وہ انسان ہیں یا جانور اور اگر انسان ہیں تو کیا ان کو تمام حقوق حاصل ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ اگر جانور ہیں، تو ظاہر سی بات ہے کہ ان کو انسانی حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔ شدید بحث کے بعد انہوں نے متفقہ طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عورتیں انسان تو ہیں، لیکن انسانی حقوق سے مستفید نہیں ہو سکتیں!
نظریۂ ارتقا کے بانی اور اس کے ماننے والوں کے عقیدوں پر اس کانفرنس کے براہ راست اثرات واضح ہیں، یہ اسلامی عقیدہ اور شریعت اسلامی کی دیگر تمام عقائد اور انسان کے ذریعے بنائے گئے ان قوانین و مذاہب پر برتری کا بھی ثبوت ہے، جو عورت کی آدمیت، انسانیت اور عزت کو گھٹانے کا کام کرتے اور اسے ایک سستا اور برہنہ سامان شمار کرتے ہیں، جیسا کہ تاریخ اور حقیقت حال کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے،خود یہ کانفرنس اس فکری اور اخلاقی انحطاط کو سامنے لانے کے لیے کافی ہے۔
جرمن ڈارونسٹوں نے انسانی زندگی کے تقدس کو تباہ کرنے کے لیے ڈارون کے نظریے کو استعمال کیا۔ ڈارون کے نظریہ کی بنیاد پر، جس نے کہا ہے کہ معذور افراد زندگی کے لیے نا اہل ہیں، ایڈولف ہٹلر نے تجویز کیا کہ جنگ کا وقت "اس لاعلاج بیماری سے چھٹکارا پانے کا سب سے مناسب وقت ہے"۔ بہت سے جرمن ایسے افراد کی یاد دلانا نہیں چاہتے تھے جو "غالب صنف" کے ان کے تصور پر پورا نہیں اترتے تھے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر معذور افراد کو معاشرے کے لیے "بیکار"، آریائی جین کی پاکیزگی کے لیے خطرہ اور آخر کار زندگی کے لیے نااہل کے طور پر پیش کیا گیا،دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں ذہنی اور جسمانی طور پر معذور افراد کو قتل کا نشانہ بنایا گیا، جسے نازیوں نے "T-4" پروگرام یا "رحمت پر مبنی قتل" کا نام دیا، ہلاک شدگان کی لاشوں کو بڑے بڑے تندوروں میں ڈال کر جلا دیا گیا، جنھیں "جلانے والی بھٹیوں" کے نام سے جانا گیا۔
بہت سے معاصر مادیت پرست فلسفیوں کے الحاد کے پیچھے مصیبتوں، برائی اور الم کے وجود کا ہاتھ تھا۔ ایسے فلسفیوں میں "انتھونی فلو" بھی شامل تھا جس نے اپنی موت سے پہلے معبود کے وجود کا اعتراف کیا تھا اور ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "معبود کا وجود ہے"۔ حالاں کہ وہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں الحاد کا رہنما تھا، لیکن جب اس نے معبود کے وجود کو تسلیم کیا، تو کہا :
"انسانی زندگی میں برائی اور الم کی موجودگی معبود کے وجود کی نفی نہیں کرتی، بلکہ یہ ہمیں الہی صفات پر نظر ثانی کرنے پر اکساتی ہے۔"
"انتھونی فلو" کا ماننا ہے کہ ان حادثات کے بہت سے مثبت پہلو ہوتے ہیں، کیونکہ یہ انسان کی مادی صلاحیتوں کو بھڑکاتے ہیں اور انسان ایسی چیزیں ایجاد کرلیتا ہے جو اس کے لیے امن و شانتی کو یقینی بنائیں، اسی طرح یہ انسان کی بہترین نفسیاتی خصوصیات کو بھی بھڑکاتا ہے اور اسے لوگوں کی مدد کرنے پر مجبور کرتا ہے، برائی اور تلیف کے وجود کو پوری تاریخ میں انسانی تہذیبوں کی تعمیر کا سہرا دیا گیا ہے۔ نیز اس نے کہا:
"اس گتھی کو سلجھانے کے لیے خواہ کتنے ہی نظریات پیش کیے جائیں مذہبی تشریح سب سے زیادہ قابل قبول اور زندگی کی فطرت کے ساتھ سب سے زیادہ ہم آہنگ رہے گی۔"
اللہ رب العالمین کی صفات میں سے ایک صفت حکمت ہے، کیونکہ وہ کسی بھی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کرتا، اس نے ہمیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم پر رحم کرے، ہمیں خوش کرے، ہمیں اپنی عنایتوں سے نوازے، انسان کی ساری خوب صورت صفات اسی کی صفات سے مشتق ہیں۔ انسانی صفات اس کی صفات سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ اس دنیا میں ہمارا وجود ایک عظیم مقصد اور غایت کے لیے ہے، وہ مقصد و غایت ہے اللہ تعالیٰ کو جاننا، اس کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع کرنا اور براہ راست اس سے مدد طلب کرنا۔
رب العالمین کی معرفت اس کے اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات کے علم سے حاصل ہوتی ہے، جنہیں دو اہم گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے:
اسمائے جمال : ہر وہ صفت جو رحمت، بخشش اور مہربانی کے ساتھ خاص ہو جیسے رحمٰن (بڑا مہربان)، رحیم (نہایت رحم والا، رزاق (روزی دینے والا) وہاب (بہت زیادہ عطا کرنے والا، بَرّ (بھلائی کرنے والا) رؤوف (رحمت والا) وغیرہ۔ اسمائے جلال : ہر وہ صفت، جو طاقت، قوت، عظمت، ہیبت وغیرہ کے ساتھ خاص ہو، جیسے عزیز، جبار، قہار، قابض اور خافض وغیرہ۔
اللہ کی صفات کی معرفت کا نتیجہ ہے اللہ کے شایان شان اس کی عبادت، اس کی عظمت کا بیان اور ان چیزوں سے اسے پاک ماننا جو اس کی عظمت کے لیے مناسب نہیں ہیں، پھر یہ سب اللہ کی رحمت کے طمع اور اس کے غضب اور سزا سے بچنے کے لیے ہو۔ اللہ کی عبادت جلوہ گر ہوتی ہے اس کے حکموں کی تعمیل، اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے اجتناب، اصلاح کے کاموں کی انجام دہی اور زمین کو آباد کرنے سے۔ اس بنا پر دنیا کی زندگی کا مفہوم اچھے اور برے لوگوں کے درمیان تمیز کے لیے امتحان و ابتلا ہو جاتا ہے، تاکہ اللہ خوف اللہ رکھنے والوں کو اونچا مقام عطا کرے اور وہ اس کے نتیجے میں روئے زمین کی خلافت اور آخرت میں جنت کا وارث بننے کے حق دار ہو جائیں، جب کہ دوسری جانب فساد برپا کرنے والوں کو دنیا میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے اور آخرت میں ان کا مقدر جہنم بن جائے۔
خالق نے فطرت کے ایسے اصول و ضوابط متعین کیے، جو فساد یا ماحولیاتی عدم توازن کی صورت میں اسے محفوظ رکھنے کا کام کرتے اور زمین میں اصلاح اور زندگی کو بہتر طریقے سے جاری رکھنے کے مقصد سے اس توازن کے وجود کو برقرار رکھتے ہیں۔ اورجو چیز لوگوں اور زندگی کو فائدہ پہنچاتی ہے وہی زمین پر باقی رہتی ہے۔ جب زمین پر بیماریاں، آتش فشاں کا پھٹنا، زلزلے اور سیلاب وغیرہ ایسی آفتیں آتی ہیں جو لوگوں کو متاثر کرتی ہیں، تو دراصل اللہ کے اسما و صفات ظاہر ہوتے ہیں۔ جب بیماری سے شفا ملتی ہے، تو اللہ کا نام شفا دینے والا ظاہر ہوتا ہے، جب کسی مصیبت سے حفاظت حاصل ہوتی ہے تو اللہ کا نام حفیظ ظاہر ہوتا ہے، جب دوسرے پر ظلم کرنے والے اور نافرمان کو سزا ملتی ہے، تو اللہ کا نام عدل (انصاف کرنے والا) سامنے آتا ہے، جب کسی بے گناہ انسان کو ابتلا و آزمائش کے دور سے گزرنا پڑتا ہے تو اللہ کا نام حکیم ظاہر ہوتا ہے، جب کوئی بے گناہ انسان ابتلا و آزمائش کے دور سے گزرتا ہے تو صبر سے کام لینے پر بدلہ پاتا ہے اور بے اطیمینانی کا اظہار کرنے پر عذاب کا سامنا کرتا ہے۔ ان آزمائشوں کی معرفت سے انسان کو اللہ کی عظمت کا احساس ہوتا ہے

اور الله کی آزمائشوں کے معرفت سے اس کے جمال کا احساس ہوتا ہے۔ اگر انسان الله کی صرف صفات جمال کو جانے تو اس نے الله کو جانا ہی نہیں۔
ابتلا و آزمائش الله کی مشیئت سے آتی ہے، الله جو چاہےگا وہ ہوگا، جب کہ الله کی مشیئت مطلق حکمت سے جڑی ہوئی ہے اور مطلق حکمت مطلق خیر سے جڑی ہوئی ہے، کیوں کہ مطلق شر کا کوئی وجود نہیں ہے دنیا کی زندگی جسے انسان جی رہا ہے آخرت کی ابدی زندگی مقابلے میں لحظہ بھر ہے، یہی وجہ ہے دنیا کی جھیلی ہوئی ساری مصیبتیں جنت کی نعمتوں میں ایک ڈبکی لگانے بھر سے ہیچ ثابت ہو جائیں گی۔
مثال کے طور پر ایک شخص اٹھا اور دوسرے کو اتنا مارا کہ وہ بے حس و حرکت ہو گیا، تو اس نے ظلم کیا اور ظلم ایک بری چیز ہے۔
لیکن جس نے لاٹھی اٹھاکر کسی دوسرے کو مار دیا اس کے لاٹھی اٹھانے اور مارنے کی طاقت کا ہونا بری چیز نہیں ہے۔
اوراس کے اندر الله کا دیا ہوا ارادہ پایا جانا برا نہیں ہے۔
اوراس کے اندر ہاتھ ہلانے کی طاقت کا ہونا بری چیز نہیں ہے۔
اورلاٹھی میں مارنے کے وصف کا پایا جانا برا نہیں ہے۔
انسان کے اندر موجود یہ ساری چیزیں اچھی چیزیں ہیں، یہ چیزیں بری اسی وقت ہوتی ہیں جب ان کے غلط استعمال کی وجہ سے ان سے کسی کا نقصان ہوتا ہو، اس بنا پر دیکھیں تو بچھو اور سانپ کا وجود بذات خود برا نہیں ہے، ان کا وجود برا اس وقت ہو جاتا ہے جب سامنے کوئی انسان آ جائے اور وہ انسان کو ڈس لیں، الله کی جانب برائی کی نسبت نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اس کے سارے افعال اچھے ہیں، برائی اس کے مفعولات میں ہوتی ہے جو کہ انسان کی جانب سے اچھی چیزوں کے غلط استعمال کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ کبھی کبھی الله برائی کو وقوع پذیر ہونے کی اجازت اس لیے دیتا ہے کہ اس کے نتیجے میں خالص خیر سامنے آتی ہے، مثلا الله کی طرف رجوع کرنا، اس طرح دیکھا جائے تو یہ شفا کے لیے کڑوی دوا پینے کے قائم مقام ہے۔
باربار پوچھے جانے والا یہ سوال کہ خالق انسان کو ایسی زندگی جینے پر مجبور کرتا ہے جسے وہ جینا نہیں چاہتا، ایک بے بنیاد سوال ہے۔ اگر الله پیدا کرنے کے بارے میں اپنی مخلوق کی رائے لینا چاہتا تو پہلے ان کے وجود کا پایا جانا ضروری ہوتا۔ اس لیے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ عدم میں رہتے ہوئے بھی انسان کی رائے ہو؟ دراصل مسئلہ یہاں وجود اور عدم وجود کا ہے۔ انسان کا زندگی سے لگاؤ اور اس کے ضیاع کا خوف اس نعمت سے مطمئن ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ زندگی کی نعمت انسانوں کے لیے ایک امتحان ہے تاکہ اپنے رب سے راضی اچھے انسان اور اس سے ناراض برے انسان کے درمیان تمیز ہو سکے۔ سارے جہانوں کے رب کی حکمت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس سے راضی لوگوں کو الگ کر لیا جائے، تاکہ آخرت میں وہ اس کی نوازشوں سے فیض یاب ہو سکے۔ الله تعالی نے بتایا ہے کہ اس نے انسان پر امانت کا بوجھ ڈالنے کے بعد تمام انسانوں کو انھیں کائنات میں پیدا کرنے سے پہلے ایک بار حاضر کیا اور ان کو اپنی وحدانیت کا گواہ بنایا۔
"اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔"
اس دن کی سب سے بڑی دلیل جس دن انسان نے الله کے رب ہونے کی گواہی دی تھی، یہ ہے کہ انسان مومن ہو کہ کافر جب شدید خوف سے دوچار ہوتا ہے تو بے ساختہ اس کی آنکھیں مدد کی طلب کے لیے آسمان کی جانب اٹھنے لگتی ہیں۔
لیکن انسان کو اس دن کے بارے میں کچھ یاد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اسے یاد ہوتا کہ اس نے الله عزوجل کے سامنے کھڑے ہوکر گوہی دی ہے کہ الله کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پھر وہ انسان کسی زمانے میں اور کسی جگہ زمین میں پایا جاتا، تو اس کے حق میں کوئی امتحان ہی نہ ہوتا۔ کیوں کہ امتحان کی روح ایمان سے جڑی ہوئی ہے اور ایمان کی روح ایمان بالغیب سے جڑی ہوئی ہے۔ لہذا غیب اگر مشہود و محسوس اور سب کے دماغ میں حاضر ہو جاتا تو غیب غیب نہ رہ جاتا۔ نتیجے کے طور پر امتحان کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا،جب الله کی ذات، مطلق حق اور آخرت، سب کچھ کھلی کتاب کی طرح سامنے ہوتا تو امتحان امتحان کہاں رہ جاتا؟
مثال کے طور پر اگر ہم فرض کریں کہ طلبہ کا ایک گروپ امتحانی ہال میں داخل ہوا اور امتحان شروع ہو گیا، تو کسی بھی طالب علم کو امتحان ختم ہونے سے پہلے اس مرجع کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہوگی، جس کا مراجعہ کرکے وہ امتحان دینے آیا ہے، کیوں کہ مرجع کو دیکھنے کی اجازت دینے سے امتحان کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے۔
مشہور جرمنی فلسفی ایمانوئل کانٹ کہتا ہے :
"غیر محسوس دنیا کے ادراک سے ہماری کوتاہی کوئی نقص نہیں ، بلکہ اخلاق کے قیام کے لیے ایک ضروری شرط ہے، اگر انسان کے پاس بلا واسطہ ہر چیز کا علم ہوتا تو وہ اپنے افعال میں آزاد و مختار نہ ہوتا۔"
ہمیں گواہی کے اس واقعے کو یاد رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی، تاکہ اختیار کی معنویت باقی رہے۔ مزید برآں یہ عہد و پیمان ہی ایک اکیلی دلیل نہیں ہے جو ایسے شخص کو سزا دینے کے لیے کافی ہو جس کے پاس رسولوں کا پیغام نہ پنہچا ہو۔ مکلف اور جزا کا حق دار بنانے والی دلیل قائم ہونے کے لیے نبیوں کے پیغام کا پہنچنا ضروری ہے جو ایک الله کو ماننے کی دعوت دے، اس پیغام کے پہنچ جانے کے بعد اسے ماننے پر ثواب ملے گا اور نافرمانی کرنے پر سزا دی جائے گی۔
کیوں کہ ایمان کا اساس دلیل ہے۔ جب دلائل زیادہ ہوتے ہی، تو ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن غیب کبھی حواس کے دائرے میں نہیں آ سکتا، ورنہ خود ایمان کی معنویت ختم ہو جائے گی۔
ہم صحت کے ادوار اور ان ادوار کا موازنہ کر سکتے ہیں جن میں بیماری اوسط زندگی میں ظاہر ہوتی ہے، یا عشروں کی خوشحالی اور خوشحالی اور تباہی و بربادی کے اسی ادوار کے ساتھ ساتھ صدیوں کی پرسکون فطرت اور سکون اور آتش فشاں اور زلزلوں کے اسی مناسبت سے پھٹنے والے ادوار کا موازنہ کر سکتے ہیں، مرکزی دھارے میں اچھائی سب سے پہلے کہاں سے آتی ہے؟ افراتفری اور موقع پر مبنی دنیا اچھی دنیا پیدا نہیں کر سکتی۔ اور انسان صحت کا ذائقہ اس وقت تک محسوس نہیں کرتا جب تک کہ اسے بیماری نہ ہو اور وہ خوبصورت کی تمیز نہیں کرتا جب تک کہ وہ بدصورت کو نہ دیکھ لے۔
تھرموڈینامکس کا دوسرا قانون یہ بتاتا ہے کہ بغیر کسی بیرونی اثر و رسوخ کے الگ تھلگ نظام میں کل اینٹروپی (خرابی یا بے ترتیب پن کی ڈگری) ہمیشہ بڑھے گی، اور یہ عمل ناقابل واپسی ہے، دوسرے لفظوں میں منظم چیزیں ہمیشہ منہدم اور مٹ جاتی ہیں جب تک کہ باہر سے کوئی چیز انہیں اکٹھا نہ کرے۔ اس طرح اندھی تھرموڈینامک قوتیں کبھی بھی اپنے طور پر کوئی اچھی چیز پیدا نہیں کر پائیں گی، یا اس بڑے پیمانے پر اچھی ہوں گی کہ وہ تخلیق کار کے بغیر ان بے ترتیب مظاہر کو منظم کیے بغیر ہوں گی جو خود کو خوبصورتی، حکمت، خوشی اورمحبت جیسی حیرت انگیز چیزوں میں ظاہر کرتی ہیں، یہ صرف یہ ثابت کرنے کے بعد ہے کہ قاعدہ اچھا اور برا ہے یہی استثنا ہے۔

برائی اور تکلیف کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر دنیاوی زندگی کی حقیقت اور اس میں انسانی وجود کے مقصد کے بارے میں ہمارے نقطہ نظر پر منحصر ہے جو کہ مذہبی لوگوں کے نزدیک مادیت پسندوں سے مختلف ہے۔ مادیت پسندانہ نقطہ نظر یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے، جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو ناپید ہو جاتا ہے، کیوں کہ دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے اور آخرت کی زندگی ملنے جیسی کوئی بات نہیں ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جتنی خوشیاں وہ حاصل کر سکتا ہے کر لے، اس کے نتیجے کے طور پر انسان کو حاصل ہونے والی ہر تکلیف، اس کے سامنے آنے والی ہر پریشانی اور اس کی خوشیوں کی راستے میں کھڑی ہونے والی ہر رکاوٹ اتفاقیہ ہے، جس سے اسے ایک ایسی دنیا کی زندگی میں دوچار ہونا پڑتا ہے، جو اتفاقیہ طور پر وجود میں آ گئی ہے۔ اس بنیاد پر کسی ایسے معبود کو ماننے کی بات کرنا جو اس زندگی کو منظم شکل دیتا ہو اور جو سراپا رحمت ہو اس کی نظر میں بکواس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو دنیا کی لذتوں سے روکنے والی ہر چیز ان کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح جب کسی بچے کو اس کے والدین اس کے دادا کی دوا کھانے سے روکتے ہیں تو وہ ان کو برا سمجھتا ہے۔

انسان کو پہلے اپنے آپ کو دیکھنا چاہیے اس سے پہلے کہ باطل اسے سچائی سے دور لے جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی اس کے اردگرد کتنی ہی ترقی کر لے، انسان ارتقا کے دور سے گزر کر ایک ایسی مخلوق نہیں بن سکتا جو لافانی ہو جائے اور نہ اتنا خود کفیل ہو سکتا ہے کہ اسے کھانے، پینے، سانس لینے، یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا جانے کی ضرورت نہ رہ جائے۔ انسان اس وسیع و عریض فضا میں ایسی زندگی تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے جو اسے دوام اور خوشی فراہم کرے، جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ چاند تک بھی حفاظتی لباس کے بغیر یا اس سواری میں سوار ہوئے بغیر نہیں پہنچ سکتا جو اسے زمین کے دائرے سے باہر لے جائے،یہ سب کچھ اس ڈر سے کرتا ہے کہ کہیں اسے موت نہ آ جائے۔

"آپ کہہ دیجیے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو، پھر وہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ آپ جواب دے دیں کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا۔ اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر آپ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو آپ جواب دے دیں کہ کیا عجب کہ وہ (ساعت) قریب ہی آن لگی ہو۔"
[سورہ اسراء : 50]

وکٹر فرنکل کہتا ہے : "آج لوگوں کے پاس جینے کے تمام ذرائع موجود ہیں لیکن جینے کا کوئی مطلب نہیں ہے، یہی وہ بات ہے جس نے زندگی کو ایک قید خانہ بنا دیا ہے، جہاں لوگ زندگی اور موت کی دیواروں کے درمیان سر مارتے پھرتے ہیں، ہر آہٹ سے گھبراتے ہیں،ایک بے معنی زندگی کو جھیل رہے ہیں، ہر تکلیف کو ایک اتفاقیہ سمجھا جاتا ہے، جس کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ (جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔) اسے صرف توانائی اور مادے کے لحاظ سے درجہ بند کیا جا سکتا ہے، اس میں افراتفری، ہنگامہ خیزی اور المیے کے سوا کچھ نہیں دکھتا۔"

یہ دعویٰ کہ ملحد دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتا اور ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کسی شخص کو برا کام کرنے پر آمادہ کرے جیسا کہ دین دار قسم کے لوگ دین کے نام پر کرتے ہیں ایک بے بنیاد دعوی ہے۔ دین دراصل اچھے اخلاق کو اپنانے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے کی دعوت دیتا ہے، جب کہ کچھ مسلمانوں کے اندر پایا جانے والا برا طرز عمل دراصل خود ان کے اپنے تہذیبی عادات، دین سے جہالت اور صحیح مذہب سے دوری کی وجہ سے ہے، کیا ہم نے دنیا میں کمیونزم کے قیام کی کوششوں کے بارے میں نہیں سنا جو لاکھوں مسلمانوں اور عیسائیوں کی موت کا سبب بنیں؟ ایک کمیونسٹ فلاسفر کہتا ہے:

"ہم سمجھتے تھے کہ ہم کسی معبود کے بغیر بہتر ہو سکتے ہیں اور انسان کی انسانیت کی حفاظت کر سکتے ہیں، ہماری یہ سوچ بالکل غلط تھی، ہم نے معبود اور انسان دونوں کو ایک ساتھ پاش پاش کر دیا ہے۔"

انسانیت کو فائدہ پہنچانے اور زمین کو آباد کرنے کے ارادے سے انسان کا ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، دین کے زیر سایہ خالق پر ایمان اور عالمی اخلاق کی پابندی سے بے نیاز نہیں کرتا، کیوں کہ زمین کو آباد کرنا اور اچھا سلوک کرنا دین کے اصل مقاصد نہیں ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دونوں وسائل ہیں۔ دین کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے، اپنے ماخذ سے، اپنے راستے سے اور اپنے انجام سے واقف ہو جائے، جب کہ اچھے انجام اور اچھے ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے اللہ رب العالمین کی رضامندی ضروری ہے، جو بلاواسطہ اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، اوراس کا راستہ ہے زمین کو آباد کرنا اور اچھے سلوک کا مظاہرہ کرنا۔

علی عزت بیگووچ کہتے ہیں : اخلاق، انسانی زندگی میں ایک حقیقت پسندانہ واقعہ کے طور پر ہے، جس کی عقلی تفسیر ممکن ہے، اور شاید یہ مذہب کی پہلی اور عملی دلیل ہے، اخلاقی رویے یا تو بے معنی ہیں، یا اللہ کا ہونا ہی اس کو معنی عطا کرتا ہے اس بابت کوئی تیسرا انتخاب نہیں ہے۔ یا تو ہم اخلاقیات کو تعصب کی وجہ سے ایک ڈھیر کے طور پر گرا دیتے ہیں، یا مساوات میں ایک ایسی قدر شامل کریں جسے ہم لافانی کہہ سکیں، اگر لافانی زندگی کی شرط پوری ہو جائے، اور یہ کہ اس دنیا کے علاوہ ایک دنیا ہے، اور یہ کہ اللہ موجود ہے، پھر انسان کا اخلاقی رویہ معنی رکھتا ہے اور اس کے لئے جواز ہے۔

انسانوں کے درمیان مساوات ایک اخلاقی خصوصیت ہے نہ کہ فطری، مادی یا ذہنی حقیقت۔ جسمانی، فطری یا ذہنی نقطہ نظر سے لوگ بلاشبہ غیر مساوی ہیں اور خالق اور مذہب پر یقین کی بنیاد پر صرف کمزور ہی مساوات کا دعویٰ کر سکتے ہیں، تو یہ کہنا کہ انسان برابر ہیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اللہ کی مخلوق ہو۔

ایک بات جو میں نے جو پڑھی اور مجھے بڑی اچھی لگی، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں : جب ایک ملحد برائی کے وجود کی وجہ سے اللہ کے وجود کا انکار کرتا ہے تو وہ خود تضاد کا شکار ہو جاتا ہے۔ ملحدین تسلیم کرتے ہیں کہ وہ معبود کے وجود پر یقین نہیں رکھتے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صرف اس چیز پر یقین رکھتے ہیں جو مادی اور محسوس ہو اور اسی بنیاد پر وہ غیبی دنیا کا انکار کرتے ہیں، جن میں فرشتے، جنات، آسمانی پیغامات، انبیا اور معجزات شامل ہیں، جب کہ دوسری طرف وہ مادہ (فطرت) کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالاں کہ فطرت یا مادہ (ماحول)، ان کے اعتراف کے مطابق مکمل طور پر غیر جانب دار ہے، یہ نہ تو برائی کی حتمیت کے تابع ہے اور نہ ہی اچھائی کی حتمیت کے تابع ہے، اخلاق یا اس کے مصدر کے تابع ہونا تو دور کی بات ہے۔ اگر انسان فطرت کا بیٹا اور خالص مادی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو وہ اسے دے نہیں سکتا، تو پھر انسان بھلائی، برائی اور اخلاق کے بارے میں بھی غیر جانبدار کیوں نہیں ہوگا؟ ایک ملحد کیسے اپنے اخلاق پر فخر کر سکتا ہے، جب کہ فطرت خود اس کے اقرار کے مطابق اخلاق سے سروکار نہیں رکھتی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اخلاقی تصورات جن پر ملحد کو فخر ہے وہ خالق کی طرف سے ایک تحفہ ہیں، جس کے وجود کا وہ انکار کرتا ہے، اسی کو ہم جبلت کہتے ہیں، جسے اللہ نے ہمارے اندر رکھ دیا ہے، تاکہ ہم اس کے ان پیغامات حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جن کو وہ ہم تک انبیا اور رسولوں کے ذریعے پہنچاتا ہے، دراصل یہی رسالت ہے، جہاں تک عقل کی بات ہے تو ہم اس کے ذریعے دو جہانوں تک پہنچتے ہیں :

غیبی جہان :- کیوں کہ عقل کا ایک اہم ترین جز تجریدی ہے -سو ہم آسمانی پیغاموں کو سمجھ سکتے ہیں۔

مادی جہان : تاکہ ہم آسمانی اخلاقی پیغاموں کے مطابق اسے آباد کر سکیں۔[5]
برطانوی ملحد رچرڈ ڈاکنز اپنی کتاب "The River Out of the Garden of "Eden میں کہتا ہے:
"فطرت بری تو نہیں ہے، لیکن بدقسمتی سے وہ بے پرواہ ہے۔ اوریہ ایک اہم درین درس ہے جسے انسان کو یاد رکھنا چاہیے، ہمارے لیے اس بات کا اقرار کرنا مشکل ہے کہ ساری چیزیں اچھی یا بری، رحم دل یا بے رحم نہیں ہوتیں، وہ انسان کی ساری تکلیفوں کی پرواہ نہیں کرتی ہیں۔ کیوں کہ فطرت کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔"
الحاد عقل کو ختم کرنے، منطق اور فطرت سلیمہ کو نظر انداز کرنے اور سائنس کے نام پر توہمات میں پھنسنے کا نام ہے۔ یہ سب کچھ سائنس کے نام پر کیا جاتا ہے۔ اللہ، اس کی کائنات، اس کے قوانین اور اس کے دیے ہوئے افکار کے بغیر کوئی ایسی چیز ہو نہیں سکتی جس کا مطالعہ سائنس دانوں کے لیے اور جس کا انکار ملحدین کے ممکن ہو۔
انسان کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق کسی بھی رشتے سے بہتر اور مضبوط ہونا چاہیے، اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشاں ہو۔ یہی رشتہ ہی وہ حقیقی رشتہ ہے جو اس کے لیے سب بھلائی اور دوسروں کے احترام کا باعث ہے۔
بہت سے لوگ شکوک و شبہات اور کھوج کے دور سے گزرتے ہیں اور انہیں اس وقت تک مکمل سکون اور راحت نہیں ملتی جب تک کہ وہ رب العالمین کا راستہ نہ پا لیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک کھویا ہوا بچہ اپنی ماں کو تلاش کرتا ہے، اور جب وہ اسے پاتا ہے تو وہ سکون محسوس کرتا ہے اور اسے پتہ چلتا ہے کہ یہی وہ حفاظت ہے جس کی وہ تلاش کر رہا تھا۔ اس طرح الحاد سچ تک پہنچنے میں صریح ناکامی کا اعلان ہے۔
جب ہم کسی پالتو جانور کو پالتے ہیں، تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری بات مانے، ایسا اس لیے کہ ہم نے اسے صرف خریدا ہے، پیدا نہیں کیا ہے، ایسے میں ہمارا اپنے خالق کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ ہم اس کی بات مانیں، اس کی عبادت کریں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کریں؟ جب کہ اس دنیوی سفر کے دوران بہت سی باتوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں اس کے سامنے سرتسلیم خم کرنا پڑتا ہے! ہمارا دل دھڑکتا ہے، ہمارا نظام ہاضمہ کام کر رہا ہے اور ہمارے حواس پوری طرح ادراک کر رہے ہیں، ہمیں تو بس باقی بچے معاملوں میں اللہ کے آگے سرتسلیم خم کرنا ہے جن میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے، تاکہ ہم صحیح سالم امن و شانتی کی جگہ میں پہنچ سکیں۔
یہ کہنا کہ ایمان کا نظریہ بچوں کی دل لگی کی کہانیوں یا خوابوں کے حسین نظاروں کے سوا کچھ نہیں ہے جو اس غموں سے بھری ہوئی دنیا میں انسا کا دل بہلانے کا کام کرتا ہے، ایک بے بنیاد دعوی ہے۔ کیوں کہ ایک خالق کے وجود پر ایمان جس نے ہمیں ایک مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اور اس بات پر یقین کہ موت کے بعد ابدی خوشی ہمارا انتظار کر رہی ہے، ہمارے دلوں میں بیٹھی ہوئی ایک ٹھوس سچائی ہے۔ یہ خوب صورت سچائی الحاد کے ڈراؤنے خواب سے بہتر ہے، جس کے مطابق انسان لاشئ ہے، لاشئ سے ظہور پذیر ہوا ہے اور لاشئ بن جائے گا۔ کیا کوئی ملحد اپنے بیٹے سے یہ پوچھنے پر کہ وہ بڑے ہوکر کیا بننا چاہتا ہے اس کے اس جواب سے مطمئن ہوگا کہ وہ لاشئ بننا چاہتا ہے؟ وہ ہرگز اس کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوگا،وہ اپنے بیٹے کو اس بات کی ترغیب دینے پر پورا زور لگا دے گا کہ وہ مستقبل میں ایک قدر و قیمت کا حامل بن جائے۔ زندگی بڑی چھوٹی ہے، موت اچانک سامنے آن کھڑی ہوتی ہے،اس زندگی میں ہمارے پاس موجود اولاد اور مال و دولت وغیرہ ساری چیزیں فانی ہیں، یا تو ہم مر جاتے ہیں اور ان کو پیچھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یا بعض وقت موت سے پہلے اپنی زندگی ہی میں انہیں کھو دیتے ہیں۔
زندگی متعدد فصلوں کے حامل کسی ناول کا ایک باب ہے، موت قصے کا انجام نہیں بلکہ اس کا آغاز ہے۔ انسان عظیم اور بلند مقصد کے لیے پیدا ہوا ہے اور عقل مند انسان وہی ہے جو موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرتا ہے۔
کوئی بھی عدد لانہایہ کے مقابلے میں صفر ہے۔ ہماری زندگی کچھ عددوں کے مجموعے کا نام ہے، ہر روز ان میں سے ہماری زندگی کی ایک عدد کم ہو رہی ہے، اگر ہم سو دو سو سال بھی زندہ رہے تب بھی یہ لانہایہ کے مقابلے میں صفر ہے، موت ہر حال میں آنی ہے، چاہے جس عمر میں بھی آئے، بیماری کے ساتھ آئے یا بنا بیماری کے، موت کا وقت متعین ہے۔ ہم صفر میں جی رہے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ملحد کو کماحقہ اللہ کی معرفت حاصل ہی نہیں ہوئی۔ کیوں کہ اگر اسے کماحقہ اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی ہوتی، تو اس پر ایمان لانے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے روگردانی نہیں کرتا، اللہ کی صفات سے جہالت نے اسے اس موڑ پرلا کھڑا کر دیا کہ وہ اللہ کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کر رہا ہے، گویا اس کے سامنے ایک انسان ہو جس سے وہ برابری کا معاملہ کر رہا ہو، وہ اللہ پر ایمان لانے کے لیے اسے دیکھنے کی شرط لگا رہا ہے۔ ایسے میں کیا ہم صفر کو لانہایہ پر ترجیح دے سکتے ہیں؟
یہ کوئی سمجھ داری نہیں ہے کہ ہم کسی ڈرامائی فن پارہ کے بارے میں اسے اخیر تک دیکھے بنا کوئی رائے قائم کر لیں یا کسی کتاب کو اس لیے ٹھکرا دیں کہ اس کا صفحہ ہمیں اچھا نہیں لگا، اس طرح قائم کی گئی رائے ناقص شمار ہوگی۔
انسان کے پاس اس وقت تک موقع ہے جب تک وہ بقید حیات ہے، موقع اس خالق پر ایمان لانے کا ہے جو اکیلا ہے، اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور وہ کسی انسان، جانور، صنم یا حجر کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا، موقع ہے بلاواسطہ اس کی عبادت کرنے، بلاواسطہ اس سے لو لگاتے ہوئے حاجت کے وقت اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کااور گناہ ہونے پر بغیر کسی ولی، پادری، یا کسی ثالث کے براہ راست اس کے حضور توبہ کرنے کا۔
یہی وہ دین ہے، جسے دین اسلام کے نام سے جانا جاتا ہے۔
اس طرح دنیوی زندگی ایک ایسے ابدی سفر کا آغاز ہے جو موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب اور اس کے نتیجے میں جزا و سزا کے مرحلے سے گزرنے کے ساتھ شروع ہوتا ہے، اسلام بتاتا ہے کہ اس دنیا میں ہمارا وجود ایک عظیم اور اونچے مقصد کے لیے ہے، وہ مقصد ہے اللہ عز و جل کی معرفت حاصل کرنا اور بلا کسی واسطہ کے اس کی عبادت کرنا اور اسی سے لو لگانا۔
"ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے۔" [سورہ آل عمران : 185]
اسلام قبول کرنا بہت آسان اور سادہ ہے، اس کے لیے بس اللہ کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے نبی ہونے کی گواہی دینی ہے اور ان دونوں گواہیوں کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے، بس اس معروف جملے کو پڑھیے اور اسلام میں داخل ہو جائیے :
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سارے رسول برحق ہیں۔

[5] کتاب "شفاء لما في الصدور". مصنف ڈاکٹر ہیثم طلعت

میں گواہی دیتا ہوں کہ جنت اور جہنم برحق ہیں۔

معلومات

مشرق وسطی کے اندر عیسائی، یہودی اور مسلمان لفظ الله کا استعمال معبود کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کرتے ہیں، اس لفظ کے معنی ہیں ایک برحق معبود، موسی اور عیسی کا معبود، خالق نے قرآن کریم کے اندر خود کی پہچان الله اور دوسرے اسما و صفات کے ذریعے کرائی ہے۔ لفظ الله کا ذکر عہد قدیم کے قدیم نسخے میں 89 بار ہوا ہے۔ (سفر التكوين 2 : 4). عہد حاضر کے کچھ علما نے سنسکرت زبان میں موجود ہندو مذہب کی کتابوں کے پرانے نسخوں میں لفظ الله کے استعمال کو ایک معبود کی جانب اشارہ بتایا ہے۔ ("Allah" in Rigveda Book 2 Hymn I verse II)

قرآن کریم خالق کائنات کی جانب سے بھیجی جانے والی آخری کتاب ہے، جب کہ مسلمان قرآن سے پہلے بھیجی جانے والی تمام کتابوں (صحف ابراہیم، زبور، تورات اور انجیل وغیرہ) کے اصل نسخوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام کتابوں کا اصل پیغام توحید خالص (ایک الله پر ایمان اور بلاواسطہ صرف اسی کی عبادت ہے۔ الله کے اور بندے کے بیچ نہ کسی مقدس ہستی کا واسطہ ہو اور نہ کسی پادری کا۔ اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی انسان یا پتھر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے) تھا۔ البتہ سابقہ آسمانی کتابوں کے برخلاف قرآن کسی خاص گروہ یا جماعت کے لیے نہیں اترا تھا، اس کے الگ الگ نسخے پائے نہیں جاتے اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے،تمام مسلمانوں کے پاس اس کا ایک ہی نسخہ ہے جو سب کے لیے دستیاب ہے، نمازوں میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور زندگی کے تمام معاملوں کی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اسی کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام گوشوں میں قرآن کی تلاوت اسی طرح کی جاتی ہے جیسے الله کے نبی صلی الله علیہ و سلم اور آپ کے صحابہ کے زمانے میں کی جاتی تھی، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ قرآن کے جو ترجمے متداول ہیں وہ تو بس قرآن کے معانی کے ترجمے ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں اپنی ذات کے اظہار کے لیے خالق کا لفظ "ہم" استعمال کرنا عربی زبان میں طاقت اور عظمت کا اظہار کرتا ہے، یہی حال انگریزی زبان میں لفظ "WE MEJISTY" کا ہے، جہاں ضمیر جمع کا استعمال کسی بڑے منصب پر بیٹھے شخص (بادشاہ، سلطان) وغیرہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ قرآن عبودیت سے متعلق معاملوں میں ہمیشہ الله کی وحدانیت پر زور دیتا ہے۔

مراجع

لماذا الدين؟ رحلة من الذاكرة. فاتن صبري
www.fatensabri.com
شفاء لما في الصدور. دكتور هيثم طلعت
وهم الإلحاد. دكتور عمرو شريف
مقالہ روح اور خالق کے انکار کے سلسلے میں ملحد اسٹیفن ہاکنگ کے خیالات کی قرآنی تردید۔ مقالہ نگار ڈاکٹر محمود عبداللہ ابراہیم نجا
www.islamhouse.com
www.quranenc.com

مؤلف کی کتابیں

الرسالة الحقيقية للمسيح عليه السلام في القرآن والإنجيل. 2017۔ انگریزی میں شائع ہوئی ہے اور پندرہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
المفهوم الحقيقي للإله. 2018۔ انگریزی میں شائع ہوئی ہے اور سات زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
لماذا الإسلام؟ 2019۔ انگریزی میں شائع ہوئی ہے اور تیرہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
عين على الحقيقة. 2020۔ انگریزی میں شائع ہوئی ہے اور چار زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
لماذا الدين؟ رحلة من الذاكرة، 2021۔ عربی میں شائع ہوئی ہے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔
هل القرآن كلام الله؟ 2021۔ عربی میں شائع ہوئی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ الله کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ الله کے بندے اور رسول ہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ الله کے سارے رسول برحق ہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ جنت اور جہنم برحق ہیں۔

- الحاد - کامیابی یا ناکامی کا اعلان؟
- دل کی بات
- کائنات کو کس نے پیدا کیا؟
- خالق کون ہے؟
- خالق کو کس نے پیدا کیا؟
- اس کے وجود کی حقیقت کیا ہے؟
- اس کے اسما و صفات کیا ہیں؟
- اللہ کے کاموں کا بیان
  - وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے
  - سارے معاملے اسی کے ہاتھ میں ہیں
  - وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے
  - غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں
  - وہ ہر کام کی قدرت رکھتا ہے
- کائنات کی ابتدا کیسے ہوئی؟
  - جدا کرنے کا مرحلہ
  - کائنات کی توسیع "آسمان" ہے۔
  - زمین کا جائے وقوع اور آسمان کی دخانی اصلیت
  - زمان و مکان کی تخلیق
- تخلیق کا مقصد کیا ہے؟
- کیا خالق کو انسان کی ضرورت ہے؟
- ارتقا کے تصور کی تصحیح
  - انسان کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا
  - آدم کی تخلیق کا آغاز مٹی سے ہوا تھا
  - ابوالبشر آدم کی تکریم
  - اولاد آدم کی تخلیق
  - اولاد آدم کی تکریم
  - آدم کو اختیار کا ارادہ دیا جانا
  - علم کے ذریعے آدم کی امتیازی شناخت قائم کرنا
  - غلطی کرنا اختیار کا ایک نتیجہ ہے
  - زمین میں خلیفہ بنانے کا تمہیدی قصہ
- خالق کا وجود اور اس کا سائنسی قوانین و نظریات سے تعلق
  - خالق کا ذکر کرنے سے بچنے کے لیے باہم مربوط نظاموں کو بے ہنگم فطرت سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔
  - خالق پر ایمان وجوب کی دلیل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے
  - خالق کے وجود پر ایمان ارادے اور مقصد کی دلیل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے
  - ایک حکمت والے خالق پر ایمان دلیل تناسق و نظام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے
  - انسان کے لیے کائنات کو مسخر کرنا اللہ کی قدرت و حکمت کا ایک حصہ ہے
  - کائنات کا بنی نوع انسان کی نشو و نما کے لیے مناسب ہونا اللہ کی توجہ اورالٰہی رحمت کا ایک حصہ ہے
  - کائنات کے اندر موجود ساری چیزوں کو بہترین شکل و صورت عطا کرنا اللہ کی حکمت و رحمت کا ایک حصہ ہے
  - مخلوقات کا جوڑا جوڑا ہونا خالق کے وجود اور ارتقا کے باطل ہونے کی دلیل ہے
  - خالق پر یقین قانون سببیت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے
  - کائنات کے فنا ہونے کی حقیقت حرکیات کے دوسرے قانون کے مطابق ہے، جو فنا کو ناگزیر بتاتا ہے۔
  - خالق پر یقین برکلے کے اصول سے مطابقت رکھتا ہے، جو ایک ذہن کے وجود کو ضروری قرارد دیتا ہے جو چیزوں کی گواہی دے۔
  - خالق پر یقین انسانی حقوق کی ضمانت دیتا ہے
  - خالق پر ایمان زندگی کے مفروضے اور اس کے الیکٹرانک گیم ہونے کی تردید کرتا ہے۔
  - انسانی دماغ کوئی کمپیوٹر نہیں ہے جو اس کے اجزا کے فیل ہونے پر کام کرنا چھوڑ دیتا ہے
  - کمپیوٹر سے انسانی ذہن کی تشبیہ الحاد کے خلاف دلیل ہے
  - انسانی ذہن کی کمپیوٹر سے تشبیہ حقیقت کو سمجھنے میں مددگار ہے
  - مطلق قدرت کے تضاد کی تردید
  - متعدد کائنات کے ہونے کا مفروضہ خالق کے وجود کو واجب کرتا ہے
  - اوکام (Occam) کا اصول کہ آسان ترین وضاحتوں کو ترجیح دی جانی چاہیے، ایمان کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔
- کچھ غور و فکر کے قابل باتیں
- معلومات
- مراجع
- مؤلف کی کتابیں